مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ نقوش اسلام

VOL.No.3	فروری ۲۰۰۹ء (February,2009) صفر المظفر ۱۴۳۰ھ	Issue.No. 12

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا محمد احمد صالح جی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا حافظ قاری محمد ایوب
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری
- مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی
حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.**247129**
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

ماہنامہ "نقوش اسلام" مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ .... ۱۰ روپے
سالانہ .... ۱۰۰ روپے
خصوصی .... ۳۰۰۰ روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
VILL& P.O.MUZAFFARABAD DISTT.SAHARANPUR (U.P) EDITOR:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

E:\Markaz Faile\Tif les\A016.TI not found.

Files\A003.TIF not found.

E:\Markaz Faile\Tif les\A016.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
نقوش اسلام کے تین سال مکمل	محمد مسعود عزیزی ندوی	
جائزہ		۵
دنیا بھر میں قیام امن کے لیے......	مولانا اسرار الحق قاسمی (دہلی)	
شخصیات		۷
مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی	مولانا نسیم اختر شاہ قیصرؔ (دیوبند)	
تاریخ ہند		۹
جنگ آزادی کے نامور مجاہدین	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی	
فکر وعمل		۱۴
تو پھر اور کیا ہے؟	شوکت علی انوارؔدی	
حال دل		۱۵
محدث وقت............	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
تجزیہ		۱۷
فلسطین پر اسرائیلی دہشت گردی	مولانا خورشید احمد داؤد قاسمی	
مسائل وفقہ		۲۲
امامت کے مسائل اور احکام	محمد مسعود عزیزی ندوی	
انکشافات		۲۶
مردہ جسموں کو محفوظ کرو ہم......	مولانا محمد حذیفہ غلام وستانوی	
اخلاقیات		۳۴
اسلامی اخلاقیات سیرت النبیؐ......	مولانا دلشاد احمد ندوی رائے بریلی	
اصلاح معاشرہ		۳۶
شادی بیاہ کی غلط رسمیں اور......	مولانا محمد سلیم قاسمی، سنسار پور	
آداب وفضائل		۴۱
بیمار کی مزاج پرسی کرنے والا......	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مراسلات	(ادارہ)	۴۷
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	۴۸

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
؍؍ ؍؍ اول اندرونی	؍؍ ؍؍	۲۵۰۰............
؍؍ ؍؍ آخر اندرونی	؍؍ ؍؍	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
¼ صفحہ ؍؍		۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰؍روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفر آباد سے شائع کیا

E.mail:masood_azizinadwi@yahoo.co.in -------- nuqooshe_islam@yahoo.co.in

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر، مرکز احیاء الفکر اسلامی مظفر آباد سہارنپور (یوپی)

اداریہ

نقوش اسلام کے تین سال مکمل

محمد مسعود عزیزی ندوی

رب ذوالجلال کے فضل وکرم سے اس شمارے کے ساتھ ''نقوش اسلام'' اپنی زندگی کی تیسری منزل پوری کررہا ہے، اس پر ہم اراکین ادارہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے اس حقیر کوشش کو استقامت، مداومت اور مقبولیت عطا کی، جس کی بنا پر یہ ہر ماہ پابندی سے قارئین کی خدمت میں پہنچ رہا ہے اور قارئین کی طرف سے اس کو پذیرائی حاصل ہورہی ہے، اس کا حلقہ بھی وسیع ہوتا جارہا ہے، اور اس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے، ہم اس امید کے ساتھ - کہ اس کو برابر علمی ودعوتی حلقوں، نیز مدارس اسلامیہ اور دین کے بہی خواہوں اور اردو زبان وادب سے دلچسپی رکھنے والوں اور ائمہ مساجد میں بھرپور مقبولیت حاصل ہوگی - اپنے تمام محبین قارئین، ناظرین، معاونین، قلمی دوستوں اور مضمون نگاروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ان کا تعاون ہمیں مستقبل میں بھی اسی طرح ملتا رہے گا۔

••••――――――――――――――••••

نقوش اسلام نے اپنی تین سالہ مدت میں جو مضامین قسطوار شائع کئے ان کو مستقل کتابی شکل میں بھی مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے شعبہ ''دارالبحوث والنشر'' سے شائع کیا گیا، راقم کے وہ مضامین اور ادارئے جو اس رسالہ میں شائع ہوئے سب سے پہلے وہ ''مقالات ومشاہدات'' کے نام سے منصۂ شہود پر آئے، پھر بزرگوں کے خطوط کا ایک سلسلہ وار مضمون جو بیس قسطوں میں چھپا، جس میں بیس بزرگوں کے خطوط ہیں ''مکتوبات اکابر'' کے نام سے منظر عام پر آیا، اسی طرح ایک مضمون جو ''فقہ حنفی کے مراجع'' کے موضوع پر دو قسطوں میں شائع ہوا، بعض احباب کی خواہش پر وہ مستقل کتابی شکل میں ''فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات'' کے نام سے طبع ہوا، یتیموں کے سلسلہ میں ایک مضمون جو کئی قسطوں میں شائع ہوا، وہ کتابی شکل میں ''یتیموں کی کفالت قرآن وحدیث کی روشنی میں'' کے نام سے چھپ کر مقبول ہوا، نیز ستمبر اکتوبر کا خصوصی شمارہ ''سفر حج کی مشکلات اور ان کا ممکن حل'' کے عنوان سے کئی زبانوں مثلاً اردو، بنگالی اور گجراتی میں چھپا اور تقریباً چھ ہزار حجاج کرام کو مفت بھیجا گیا جس کو اہل علم، حجاج کرام اور قدر دانوں نے پسند کیا۔

••••――――――――――――――••••

اس کے علاوہ بعض مستقل کالم جو شائع ہوتے رہتے ہیں، جیسے ''وصایا مفکر اسلام'' ان کو بھی الگ سے کتابی شکل میں شائع کرنے کا پروگرام ہے، نیز ہماری مجلس ادارت کے بزرگ رکن اور مستقل کالم نگار حضرت مولانا محمد عمر صاحب مجاہد پوری مدظلہ

جن کے اصلاحی مضامین بلا ناغہ تسلسل سے اس رسالے میں چھپ رہے ہیں، ان کے مضامین کا بھی ایک اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہوگیا ہے، ان کو بھی الگ سے کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا، علاوہ ازیں ایک عربی کی کتاب **"الامامة فی الصلاة مسائلها واحكامها"** کا مستقل اردو ترجمہ شائع ہورہا ہے، اس شمارے میں اس کی آٹھویں قسط شامل ہے، اس کو بھی الگ سے ''امامت کے مسائل اور احکام'' کے نام سے طبع کیا جائے گا، بعض مضامین کسی خاص کتاب سے کتاب اور مواد کی اہمیت کے پیش نظر اخذ کر کے قسط وار شائع کئے گئے، جیسا کہ ''اسلام میں پردہ کی اہمیت'' نامی کتاب مستقل نو قسطوں میں شائع ہوئی، اسی طرح ''روشن مستقبل کا جوان'' کئی قسطوں میں شائع ہوا، حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ایک رسالہ ''عورتوں کے لیے اسلام کے تحفے'' کئی قسطوں میں شائع ہوا، اسی طرح آئین ہند کے عنوان سے دستور ہند کی دفعات، گورنر کے اختیارات، گورنر کا حلف واقرار، ہندوستان کی عدلیہ، جج کا انتخاب، پارلیمنٹ اور اس کے ارکان مسلسل سات قسطوں میں شائع ہوئے، اس کے علاوہ بعض وہ مضامین بھی اس رسالہ کی زینت بنے جو دوسرے معاصر رسائل سے اخذ کر کے شامل کئے گئے، اور جس رسالے سے جو مضمون لیا گیا اس کا شکریہ کے ساتھ حوالہ دیا گیا، مزید براں نقوش اسلام میں جن کتابوں پر تبصرے شائع ہوئے ہیں ان کو بھی مستقل کتابی شکل میں شائع کرنے کا پروگرام ہے۔

◆◆◆◆————◆◆◆◆

اس طرح نقوش اسلام بفضل الٰہی ترقی کی طرف گامزن ہے، اس کے پڑھنے والوں اور قدردانوں میں بھی اضافہ ہورہا ہے، نیز سرکولیشن بھی دن بدن بڑھتا جارہا ہے، اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اپنے معاونین، مخلصین اور قارئین کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جن کے تعاون کے بغیر کوئی بھی تحریک یا رسالہ پروان نہیں چڑھ سکتا، انسان اپنے تئیں کتنی بھی کوشش کیوں نہ کرلے مگر جب تک مخلص افراد وارکان کا ساتھ نہ ہو تو ذرا مشکل ہوتا ہے منزل تک رسائی کرنا، اس لیے کہ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر ❁ راہ رو آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اس لیے رسالہ کی تیسری سالگرہ پر بہت سے دوستوں نے مبارکباد پیش کی، بعض احباب کی تحریریں موصول ہوئیں، بعض دوستوں نے کہا کہ نقوش اسلام ہمیں باقاعدگی سے ہر ماہ مل رہا ہے، بعض نے کہا کہ آپ کی علمی کاوشوں کا یہ مجلّہ آئینہ دار ہے، بعض نے کہا کہ آپ کے رسالہ میں ہر ماہ نئے نئے مضامین پڑھنے سے دل کی کلیاں چٹکتی ہیں، قارئین کے یہ جذبات اور ان کی دعائیں یقیناً رسالہ کی ترقی اور اس کی مقبولیت کے ضامن ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے جذبات اور دعاؤں کو ہمارے اور مجلّے کے حق میں قبول فرمائے۔

◆◆◆◆————◆◆◆◆

اب اخیر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو کسی بھی طرح سے ہمارے رسالہ کی ترقی میں لگے ہوئے ہیں، چاہے وہ قلمی معاونین ہوں یا مادی معاونین، اللہ تعالیٰ ان کی جائز تمناؤں کو پورا کرے اور دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، نیز رسالے اور ادارے کا فیض پورے عالم میں پہنچائے، استقامت، مداومت، ترقی اور مقبولیت عطا فرمائے، بس اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے **"ان اللّٰه علی كل شئی قدير، وهو نعم المولی ونعم النصير"**۔

جائزہ

دنیا بھر میں قیام امن کے لیے
اخلاص وانصاف کی ضرورت

مولانا اسرارالحق قاسمی صدرآل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

رواں صدی میں عالمی سطح پر امن کا قیام انتہائی ضروری ہے، کیونکہ موجودہ صدی میں بڑھتے تشدد کے واقعات اس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ آئندہ سالوں میں تشدد کے واقعات میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس مادیت کی طرف زیادہ مائل ہورہے ہیں، جس کی وجہ سے انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی میں مفادات کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے اورقربانی وتعاون کا جذبہ ماند پڑتا جارہا ہے، لوگوں کو اپنے عیش وآرام کی تو فکر ہے لیکن دوسرے کے سکون کی کوئی پرواہ نہیں ہے، چنانچہ آج بہت لوگ اپنی مادی ترقی کے لیے دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے اورانہیں تکلیف دینے سے بھی گریز نہیں کررہے ہیں، مفادات کے حصول کی ہوڑ صرف خاندانی یا علاقائی سطح پر نہیں بلکہ عالمی سطح پر بھی پائی جارہی ہے، کیونکہ مفادات کا دائرہ علاقائی سطح تک محدود نہیں بلکہ دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے، جیسا کہ اس کا مشاہدہ عالمی سطح پر کیا جاسکتا ہے، عالمی سطح پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے طاقت کے استعمال سمیت متعدد حربے استعمال کئے جارہے ہیں، عالمی سطح پر پائی جانے والی اس کشمکش نے پوری دنیا میں بدامنی کی فضاء پیدا کردی ہے، مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب ہر جگہ تشدد کی وارداتیں انجام دی جارہی ہیں، حتیٰ کہ ترقی پذیر وترقی یافتہ ممالک بھی ان سے محفوظ نہیں ہیں۔

اب چونکہ تشدد کسی ایک ملک یا ریاست کا مسئلہ نہیں ہے، اس لیے عالمی سطح پر تشدد کے خاتمہ کی مشترکہ کوششوں پر غور وفکر بھی کیا جارہا ہے، بلکہ ۱۱رستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد تو امریکہ نے اپنے حلیف ممالک کے ساتھ عالمی دہشت گردی کے خلاف اعلان جنگ بھی کیا تھا اور متعدد ممالک نے اس معاملہ میں امریکہ کا ساتھ بھی دیا تھا؛ لیکن سات سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس مسئلہ سے خلاصی نہ مل سکی، سوال یہ ہے کہ آخر عالمی برادری کی زبردست کوششوں کے باوجود بھی کوئی مثبت نتیجہ کیوں برآمد نہ ہوسکا اور عالمی سطح پر امن وامان قائم کیوں نہ ہوسکا؟ اس کی ایک بڑی وجہ یہ رہی کہ قیام امن کے لیے کوشش کرنے والے ممالک نے پورے اخلاص وجذبہ کے ساتھ اسے مٹانے پر توجہ نہ دی بلکہ امریکہ اوربعض یورپی ممالک تشدد کو مٹانے کے نام پر خود تشدد کرتے ہوئے نظر آئے، کیونکہ انہوں نے یہاں بھی اپنے مفادات کو سرفہرست رکھا، مثلاً امریکہ نے دہشت گردی کے خاتمہ کا بیڑہ اٹھایا، مگر مفادات اس کے بھی سامنے رہے، افغانستان پر حملہ کیا، تو اس کے پیچھے امریکہ کا یہ مفاد شامل رہا کہ وہ دیر تک وہاں اپنا اثرورسوخ قائم رکھ سکے، چنانچہ آج کئی سال گزرنے کے بعد بھی امریکہ کی فوجیں اس ملک میں دندناتی پھر رہی ہیں اوراس کی کمپنیاں وہاں قدرتی ذخائر کی کھوج بین میں لگی ہوئی ہیں، تاکہ افغانستان کے پہاڑوں سے قیمتی چیزیں دریافت کرکے اونے پونے میں ان کو حاصل کرلیا جائے، ورنہ دنیا کے سامنے افغانستان میں جس ترقی کے خواب کی بات کی گئی تھی وہ آج تک ادھورا ہے اور مدت دراز تک اس کے شرمندۂ تعبیر ہونے کے امکانات بھی نظر آتے، افغانستان کے لوگ ہنوز غربت وافلاس کی زندگی بسر کررہے ہیں اور روزگار سے کوسوں دور ہیں، اس کے علاوہ وہاں، بجلی، سڑکوں اور دیگر بہت سی بنیادی چیزوں کی اصلاح میں کوئی خاطر خواہ پیش رفت

نہیں ہوسکی ہے، یہی حال عراق کا بھی ہے، جس پر حملہ کرنے کے لیے امریکہ نے کہا تھا کہ عراق کی مضبوطی، عراقی عوام کی ترقی وآزادی کے لیے صدام حکومت کا خاتمہ ضروری ہے، صدام کو اقتدار سے معزولی کے لیے یہ وجہ بھی بیان کی جارہی تھی کہ صدام حکومت کے پاس مہلک جراثیمی ہتھیار ہیں، جو عالم امن کے لیے خطرہ ہیں، جب کہ یہ بات سراسر بے بنیاد تھی، کئی سال گزرنے کے بعد بھی جراثیمی ہتھیار نہیں مل سکے، اسی لیے تحقیقی ایجنسیوں نے اپنی کئی سال پر مبنی مسلسل کھوج کے بعد یہ صاف کہہ دیا کہ عراق میں مہلک ہتھیار نہیں ہیں، خود امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے اس بات کا بالآخر اعتراف کرلیا کہ عراق میں مہلک ہتھیار نہیں ہیں اور انہیں جو خبر دی گئی تھی وہ صحیح نہیں تھی، گویا کہ امریکہ نے بغیر کسی تحقیق وثبوت کے پورے ملک پر چڑھائی کرڈالی اور لاکھوں افراد کو موت کے منہ میں ڈھکیل دیا، امریکہ نے اتنی جلد بازی سے کام صرف اس لیے لیا کہ وہ عراق پر اپنا اثر ورسوخ قائم کرکے اپنے مفادات کا حصول چاہتا تھا، امریکہ نے چونکہ عراق کے خلاف بڑے پیمانہ پر طاقت کا استعمال کیا، اس لیے اس کی اس کوشش کو پرتشدد کارروائی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اگر امریکہ کو عراقی باشندوں کی ذرا بھی فکر ہوتی تو وہ صدام حکومت کے خاتمہ کے بعد بھی عراقیوں کو اپنی جارحیت کا نشانہ نہ بناتا، ان کو قید کرکے جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہ ڈالتا، ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرتا اوران کو برہنہ کرکے انسانیت کو شرمسار نہ کرتا، ایسے ہی اگر عالمی امن سے ذرا بھی امریکہ کو لگاؤ ہوتا تو وہ سقوط بغداد کے بعد عراق میں قطعاً ایسے حالات پیدا نہ کرتا کہ وہاں ہرروز بم دھماکوں میں درجنوں بےقصور لوگوں کی جانیں جائیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں امن قائم کرنے کے لیے مخلص ہونا انتہائی ضروری ہے، دوسرے یہ کہ امن قائم کرنے اور دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے عدل وانصاف سے کام لینا بھی ضروری ہے، ابھی تک عالمی امن کے قیام سے متعلقہ کوششوں میں انصاف کی کمی نظر آتی ہے، کسی پر جبر وتشدد کرنا، ظلم کرنا، قتل وغارت گری کرنا دہشت گردی ہے، تو جو بھی اس کو انجام دے اسے امن مخالف قرار دیا جانا چاہئے اوراس کے خلاف سخت نوٹس لیا جانا چاہئے، اسی طرح عالمی امن کے قیام کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دنیا کے جس خطہ میں بھی خطرات کے سائے منڈلا رہے ہیں وہاں ان خطرات سے نمٹنے کے لیے متفقہ طور پر کوششیں کی جانی چاہئیں، مگر حقیقت میں یہاں بھی ناانصافی سے کام لیا جاتا رہا، زیادہ پرانی بات نہیں ہے کہ چیچنیا وبوسینا میں ہزاروں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتاردیا گیا تھا، ہزاروں عورتوں کی عصمت دری کی گئی تھی اور لاکھوں افراد کو گھر سے بے گھر کردیا گیا تھا، مگر دنیا تماشہ دیکھ رہی تھی، ان مظلوموں کی جگر دوز چیخیں ترقی یافتہ ممالک کے رونگٹے کھڑے نہ کرسکی تھیں، اہل دنیا ان کی مدد تو کیا کرتے، ان پر ظلم کرنے والوں کو دہشت گرد اور ظالم بھی نہ کہہ سکے تھے، اور جب سب کچھ گنوا دینے کے بعد انہیں لٹے پٹے چیچنیا وبوسنیا کے مظلوموں نے صدائے احتجاج بلند کی تو الٹا انہیں ہی دہشت گرد کہہ دیا گیا، یہی صورت حال آج فلسطین کی بھی ہے کہ ایک طویل عرصہ سے فلسطینیوں پر ظلم ڈھایا جارہا ہے؛ لیکن دنیا محض تماشہ دیکھ رہی ہے اور وہاں قیام امن کے لیے کوششیں نہیں کررہی ہے، حدتو یہ ہے کہ فلسطین پر تشدد کرنے میں بعض ممالک اسرائیل کی درپردہ مدد کررہے ہیں، ذراغور کیجئے کہ بعض علاقوں میں یہ ممالک قیام امن کا دعوی کرتے ہیں اور دوسری طرف تشدد کو فروغ دینے میں جارح ملک کی پشت پناہی کررہے ہیں، ایسی صورت میں عالمی سطح پر امن کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا، کیونکہ قیام امن کے لیے انصاف واخلاص ضروری ہے۔

❁❁❁❁❁

Files\A009.TIF not found.

شخصیات

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

ایک ہمہ جہت شخصیت

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

گردش وقت اور انقلاب زمانہ سے کون محفوظ رہ سکا ہے، مضبوط قلعوں، بلند وبالا عمارتوں، عالیشان محلوں کو بھی زمین کی خوراک بنتے دیکھا، رواں دواں دریا، موجیں مارتے سمندر اور تیز وتند ندیوں میں سے کسی کو سوکھتے، خشک ہوتے اور سمت بدلتے دیکھنا بھی انسانوں کا مقدر بنا، تا حد نظر ریگستان، مہیب صحراء اور بے شمار گھاٹیاں بھی مٹتے نظر آئے، بہت سی چیزیں تو ایسے معدوم ہوئیں جیسے ان کا کبھی وجود ہی نہ رہا ہو، پھر انسان کی کیا حقیقت وہ تو "کل نفس ذائقة الموت" کے عنوان کے ساتھ پیدا ہوا ہے اور اسی عنوان کی نذر ہو جائے گا، تو معلوم ہوا کہ نام بھی انہی کا زندہ رہتا ہے، وہی عمل اس کے لیے نجات کا سبب بھی بنتا ہے اور اسیری کا موجب بھی، غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ نام بھی انہیں کا زندہ ہے جن کا عمل ارفع واعلی تھا، چودہ سو برس گزرے اور پندرہویں صدی کا چوتھائی حصہ بیت گیا، شفیع المذنبین آقائے نامدار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ضوفشانیوں سے ہر جانب رنگ ونور کا سماں ہے، ان کے ذکر، ان کے احوال اور ان کی سیرت کے بیان سے اہل ایمان کے دلوں میں نور اور گھروں میں پاکیزگی ہے، ان صفات عظیمہ کا جو حصہ جس کو مل گیا وہ بلند اور عظیم ہو گیا۔

جس نے اخلاق کو تھاما اس کو نسبت حاصل ہوگئی، کسی نے کردار کی حفاظت کی، کوئی سخاوت کی طرف چل پڑا، کوئی عفو وکرم کا خوگر ہوا، کسی نے علم کا دامن تھاما اور کسی نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، سب کے حصہ میں عنایات ربانی آئیں، شہرتیں ملیں، کوئی محروم نہیں رہا، کچھ وہ لوگ بھی سامنے آئے جنھوں نے مختلف سمتوں اور جہتوں میں اپنے نقوش ثبت کئے، مختلف امتیازات ان کے ساتھ اس طرح چلے کہ ان کی ذات کا حصہ بن گئے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی شخصیت بھی انہی نادۂ روزگار لوگوں کی یاد دلاتی ہے، جو تاریخ کا دل بھی ہیں، دماغ بھی، جسم اور روح بھی، ان کے ذکر کے بغیر پچاس ساٹھ سال کی علمی، دینی، ادبی، مذہبی تاریخ ناقص رہے گی، حضرت مولانا موجودہ دور کی ان مقتدر ہستیوں میں سے تھے جو "تو زمانہ بساز" کا نعرہ لگاتے ہوئے وارد ہوتے ہیں اور اپنی انفرادیت کا رنگ جما لیتے ہیں، علم، تاریخ، ادب، حدیث یہ اور دوسرے بہت سے عنوانات علی میاں کے لیے خاص ہو کر رہ گئے تھے، سوانح کے باب میں تو ان کے قلم نے خوب گلکاریاں کیں اور اس تیزی، تسلسل اور روانی کے ساتھ چلا کہ معاصرین میں سے کچھ تو ساتھ چلنے کے فراق میں اوندھے منھ گرے اور کچھ سبقت لے جانے کی کوشش میں اوسان کھو بیٹھے، چند ہی تھے جنھوں نے اپنی انفرادیت کے چراغ بجھنے نہ دیئے "سیرت سید احمد شہید" اور "پرانے چراغ" وغیرہ اٹھا کر دیکھئے تو ہمارے دعوی کی تصدیق کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہے گی، پھر تاریخ ہے جس کی وادیوں کی مفکر اسلام نے خوب خوب سیر کی ہے، تاریخ کا ہر پڑاؤ، ہر خوش گوار واقعہ، ہر المیہ اپنی جزئیات کے ساتھ ان کے سامنے تھا، ان کی بے شمار تحریریں تاریخ کے ابلتے ہوئے چشموں کے دوش بدوش چلتی ہیں اور اپنا ذائقہ رکھتی ہیں، جب حدیث کی جانب دوزانو ہو کر بیٹھتے ہیں تو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ کسی ادیب، کسی مؤرخ یا قلم کار کا انداز ہے، پوری بصیرت کے ساتھ کلام کرتے ہیں

اور روح حدیث کو سمجھتے ہیں۔

اردو سے ہٹ کر عربی زبان کی جانب رخ کیا تو اہل زبان سے داد تحسین وصول کی، عالم عرب میں ایک پختہ کار عربی داں کی حیثیت سے پہچانے گئے، عربی تحریر وتقریر دونوں میں ان کی صلاحیتیں خود اپنا جواب ہیں، اسی کے ساتھ انسانی خصائل کی ان خوبیوں کے حامل تھے جن سے ایک عالم کی زندگی، ایک مفکر کے احوال، ایک مؤرخ کا کردار جھلکتا ہے، سیاسی وسماجی مسائل پر بھی پوری طرح باخبر، بابری مسجد کی حفاظت کا زمانہ ہو یا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی بقاء کا وقت وہ پوری طرح بیدار اور باہوش رہے، ملت کی زبوں حالی پر آنسو نہیں بہائے، علاج تجویز کیا اور تدابیر اختیار کیں، ندوۃ العلماء کو عالمگیر شہرتوں سے ہمکنار کیا، ندوہ برادری کو ایک ستھرا ذوق بخشا بلکہ ایک لڑی میں پرونے میں کامیابی حاصل کی، دیوبند کی چند ماہی فیض کے اثرات زندگی بھر دیکھے گئے، اکابر دیوبند سے دلی عقیدت ومحبت کا تعلق ہمیشہ قائم رہا، سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوری لکھ کر ان تعلقات کی جڑوں میں پانی دیا۔

ان کے کمالات اور خوبیوں کا بیان اس وقت تک ممکن نہیں جب تک یہ اعتراف نہ کرلیا جائے کہ اس دور میں شخصیات سے محرومی کا سلسلہ دراز ہے اور ملت شب وروز ایسے حادثات سے دوچار ہو بھی رہی ہے وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے اور ان کی ذات ایک قیمتی سرمایہ تھی، ان کی ایک خصوصیت ایسی تھی جس سے ان کا قد بلند ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی قسم کی گروہی عصبیت کا شکار نہ تھے اور مسلک کی شدت ان کے یہاں قطعی نہیں پائی جاتی تھی، حد اعتدال سے آگے کبھی انہوں نے قدم نہیں بڑھائے، ان کے قلم اور زبان نے ماحول کو گرمانے اور آگ کے شعلوں کے حوالے کردینے کا کام نہیں کیا، ان کا مشن اسلامی تعلیمات کا احیاء اور پوری دنیا کو پیغام امن دینا تھا، پیام انسانیت کے وہ حامی اور زمین پر خدا کے نیک بندوں کی حکمرانی کے قائل تھے، ہر منصب پر ایسے افراد کو دیکھنا چاہتے تھے جو ایماندار اور مخلص ہوں اور ملک وقوم کا درد ان کے اندر پایا جاتا ہو۔

اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت اور تمام انسانوں کے لیے زندگی کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کو وہ لازمی تصور کرتے تھے، تاریخ کے حوالوں سے اپنی بات کو انھوں نے خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا، ان کے بیان کی دلکشی اور تحریر کی انفرادیت بھی ان کی بات میں وزن پیدا کرتی تھی وہ اپنے سلجھے ہوئے اور اثر انگیز خطاب سے سامعین کے دلوں میں جگہ بنا لیتے تھے، اور ان کی رائے کو سمجھنے اور جاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔

یہ بات بغیر کسی تامل کے کہی جاسکتی ہے کہ علی میاں کی صورت میں ایک چراغ جل رہا تھا جو اپنے وجود کو خاکستر کر کے دوسروں کو اجالے بانٹتا ہے اور تیز وتند آندھیوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے علم وکمال کے ان راستوں کو روشنی عطا کرتا ہے، جہاں اندھیروں کی حکمرانی ہوتی ہے یا اندھیرے منہ پھاڑے کھڑے رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ سخاوت، دریادلی، اور مال وزر سے بے اعتنائی اول دن سے تھی جو آخری دن تک باقی رہی، عہدے اور مناصب ان کے دروازے پر خود چل کر آئے، سادگی لباس سے بھی عیاں ہوتی تھی اور رفتار وگفتار سے بھی ملنے والے کو کبھی یہ محسوس نہیں ہوا اور نہ کسی نے دیکھا کہ علی میاں نے کسی بھی آنے والے کے ساتھ اپنے منصب اور عہدہ کے اعتبار سے گفتگو کی ہو، ایک خندہ رو انسان کی طرح ہر ایک سے ملتے اور سبھی کو شرف ملاقات حاصل ہوتا۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے اس دنیا سے رخصت سفر باندھ لینے کے بعد بہت سی راہیں سونی، بہت سے راستے ویران اور وہ منزلیں بے رونق ہیں جہاں سے ان کا گزر ہوا تھا، اور جن پر چل کر انہوں نے اپنی قابل رشک زندگی کے ماہ وسال بتائے تھے۔

تاریخ ہند

جنگ آزادی کے نامور مجاہدین

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

سلطان ٹیپوشہید:

سلطان ٹیپوشہید ہندوستان کی تاریخ کا وہ نامور مسلم حکمراں تھا جس نے ملک کو انگریزوں سے آزاد رکھنے کے لیے اپنی جان تک قربان کردی، وہ ایک قابل حاکم، نیک وصالح بادشاہ اور مفکر وعالم تھا، ۴۵/سے زائد کتابیں لکھیں، بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ''ہندوستانی تاریخ اس سے زیادہ بلند ہمت، بالغ نظر، مذہب ووطن کے فدائی اور غیر ملکی دشمن سے آشنا نہیں، انگریزوں کے لیے ٹیپو سے زیادہ مہیب اور قابل نفرت شخصیت کوئی نہیں تھی''۔

اس کا تاریخی مقولہ تھا ''گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے'' اس کی شہادت نے ہندوستان کی بنتی ہوئی تاریخ کا رخ بدل دیا اور ملک کو برطانوی اقتدار کے حوالہ کردیا، وہ عالمی سطح پر اتحاد اسلامی کا داعی تھا، اس نے شراب ومنشیات کی فروخت پر پابندی لگادی تھی، دربار میں سجدہ تعظیمی کی ممانعت تھی، جنگ میں مسلسل مصروف رہنے کے باوجود بلوغ کے بعد سے شہادت تک اس کی کوئی نماز قضاء نہیں ہوئی، انگریزوں کے خلاف ملک کی آزادی کے لیے لڑتے ہوئے ۱۷۹۹ء میں شہید ہوئے، چنانچہ سلطان ٹیپو کی شہادت کا عظیم سانحہ ۱۷۹۹ء میں پیش آیا اور ہندوستان کی آزادی کا پرچم سرنگوں ہوگیا اور پہلی دفعہ ٹیپو کی شہادت کے بعد انگریزوں کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ ''آج ہندوستان ہمارا ہے'' اس کے بعد رسمی طور پر سلطنت میسور کے تخت پر سابق راجہ کے پانچ سالہ بیٹے کرشنا رام سوم کو بیٹھا دیا گیا اور عملاً انگریزوں ہی کا اس پر قبضہ ہوگیا۔

علماء صادق پور:

حضرت سید احمد شہید کی بالاکوٹ میں شہادت کے بعد اس تحریک سے وابستہ مجاہدین نے ہندوستان میں بہار کے عظیم آباد (پٹنہ) کے محلّہ صادق پور کو مرکز بنا کر اپنا مشن جاری رکھا اور غیر ملکی سامراج کے خلاف مجاہدین کو از سر نو منظّم کیا، علماء کی یہ جماعت بعد میں علماء صادق پور کے نام سے مشہور ہوئی، اس میں سرفہرست مولانا محمد علی صاحب رام پوری، مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادی، مولانا احمد اللہ صاحب اور مولانا یحییٰ صاحب عظیم آبادی وغیرہ سرفہرست تھے، بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ''علماء صادق پور کی اس تحریک سے عام مسلمانوں میں جہاد کا جو جذبہ وولولہ پیدا ہوا اس کی مثال کم سے کم ہندوستان میں اس سے پہلے اور اس کے بعد نہیں ملتی''۔

۱۸۶۴ء میں انگریزوں نے اپنے خلاف سازش کے مقدمہ میں بشمول مولانا احمد اللہ صاحب، مولانا جعفر صاحب تھانیسری، مولانا یحییٰ صاحب عظیم آبادی آٹھ لوگوں کو پھانسی کی سزا سنائی اور صادق پور میں ان مجاہدین کے مکانات کو مسمار کردیا، بعد میں پھانسی کی اس سزا کو منسوخ کرکے ان کو کالا پانی (انڈومان) میں قید کردیا گیا، اسی قید میں مولانا یحییٰ صاحب اور مولانا احمد اللہ صاحب کی وفات ہوئی اور بقیہ لوگوں کو ۱۸۸۳ء میں انیس سال کے بعد رہا کیا گیا۔

بهادرشاه ظفر:

یہ مغلیہ سلطنت کا آخری بادشاہ تھا، انگریزوں کے خلاف اس کو ۱۸۵۷ء میں دہلی کا بادشاہ بنانے کا ہندوستانی انقلابیوں نے اعلان کیا

تھا جس کے بعد انگریزوں نے اس کے دوشہزادوں کو ہمایوں کے مقبرہ سے گرفتار کر کے گولی مار کر ان کا سر طشت میں سجا کر اس کو پیش کیا، اس کے بعد پھر اس کو جلاوطن کر کے رنگون میں قید کر دیا گیا، جہاں اس کا بڑی کسمپرسی کی حالت میں ۱۸۸۲ء میں انتقال ہوا۔

احمداللہ شاہ:

آخری قطب شاہی بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے فرزند جلال الدین کے پوتے اور ۱۸۵۷ء کے مجاہدین آزادی کے سرخیل جنھوں نے انگریزوں کے خلاف اکثر مہموں اور یورشوں کی قیادت کی، ان کے سر پر انگریزوں نے پچاس ہزار کا انعام مقرر کیا تھا، راجہ پوتن جگناتھ سنگھ نے دھوکے سے ۱۸۵۸ء میں ان کو شہید کر کے یہ انعام حاصل کیا، وہ حب الوطنی اور بہادری میں بے نظیر تھے، جس کا اعتراف خود انگریزوں نے بھی کیا۔

لکشمی بائی (جھانسی کی رانی):

وہ مہاراشٹر کے ایک برہمن مدھ پنت کی بیٹی تھی جس کی شادی جھانسی کے راجہ گنگا دھر راؤ سے ہوئی تھی، ہندوستان پر انگریزوں کے قبضہ کے خلاف جنگوں میں وہ پیش پیش رہی، ۱۸۵۸ء میں گوالیار کے قریب میدان میں لڑتی ہوئی ماری گئی۔

تانتیاٹوپے:

مشہور مرہٹہ سردار تھے، جھانسی کی رانی کی ملک کی آزادی کے لیے مدد کی، انگریزوں کے خلاف ہمیشہ پیش پیش رہے، جنگل میں روپوش ہونے کے بعد ۱۸۵۹ء میں انگریزوں نے ان کو گرفتار کر کے پھانسی دی۔

ناناصاحب:

مشہور مرہٹہ سردار جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان کا اصل نام ڈھنڈو پنتھ تھا، انگریز اپنے خلاف کانپور قتل عام کی واردات کا ذمہ دار ان ہی کو سمجھتے تھے جس کے بعد وہ نیپال چلے گئے اور ۱۸۵۹ء میں وہیں پر ان کا انتقال ہوا۔

مولانا فضل حق خیر آبادی:

جنگ آزادی کے مشہور مسلم رہنما اور ممتاز مسلم عالم دین اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کے شاگرد، انگریزوں نے جنگ آزادی میں ان کی نمایاں شرکت کی پاداش میں ان کو کالا پانی (انڈومان) میں قید کر دیا تھا، اسی قید میں ۱۸۶۱ء میں ان کی وفات ہوئی، آپ بڑے مصنف اور محقق بھی تھے، آپ کی کتاب ''الثورۃ الہندیہ'' میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی پوری تفصیل موجود ہے۔

حضرت محل:

اودھ کے نواب واجد علی شاہ کی بیگم جنھوں نے انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی، بالآخر مجبور ہوکر نیپال جا کر پناہ لی اور انگریزوں کے وظیفہ کو ٹھکرا دیا، ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا، بڑی باہمت اور بہادر خاتون تھی، لکھنؤ اتر پردیش میں موجود مشہور میدان بیگم حضرت محل پارک ان ہی کی طرف منسوب ہے۔

مولانا محمدقاسم نانوتوی:

ہندوستان میں کاروان حریت کے عظیم رہنما، عالم ربانی اور دارالعلوم دیوبند کے بانی جو اتر پردیش میں ضلع سہارنپور کے نانوتہ قصبہ کے رہنے والے تھے، جہاں آپ کی ۱۸۳۳ء میں ولادت ہوئی اور آپ حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفہ تھے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ پیش پیش رہے، صرف ۴۷ رسال کی عمر میں ۱۸۸۰ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

بدرالدین طیب جی:

کانگریس کے اہم رہنما تھے، آپ نے برصغیر کے مسلمانوں میں سب سے پہلے برطانیہ جا کر قانون کی اعلی ڈگری حاصل کی، اسلامی شعائر کے بڑے پابند تھے، ممبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز رہے اور ممبئی میں انجمن اسلام تعلیمی ادارہ کے بانی تھے، ۱۹۰۶ء میں وفات ہوئی۔

شیخ الھند مولانا محمودحسنؒ:

آپ ہندوستان میں تحریک آزادی کے سب سے ممتاز مسلم مذہبی

رہنماء دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس، جامعہ ملیہ دہلی کے بانی حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور ریشمی رومال تحریک کے اصل محرک تھے، حجاز سے واپسی پر شریف مکہ نے انگریزوں کے اشارہ پر آپ کو گرفتار کیا اوران کے حوالہ کیا، اس کے بعد آپ کو بحیرۂ روم کے جزیرہ مالٹا میں جواس وقت انگریزوں کے قبضہ میں تھا قید کر دیا گیا، اس لیے آپ اسیر مالٹا بھی کہلائے، ۱۹۲۰ء میں آپ رہا ہوکر ہندوستان واپس آئے اوراسی سال انتقال کر گئے، آپ دیوبند میں مدفون ہیں۔

مہندرپرتاب سنگھ:

ہندوستان کے انقلابی رہنما جن کی ولادت ۱۸۸۶ء میں ہوئی، ملک کی آزادی کے لیے خفیہ تحریک میں آپ نے حصہ لیا اوراس کے لیے بیرونی ممالک کا بھی سفر کیا، ۱۹۱۵ء میں جب افغانستان کے کابل شہر میں ہندوستان کی جلاوطن عبوری حکومت قائم ہوئی تو اس کے آپ صدر منتخب ہوئے، ملک کی آزادی کے بعد پارلیمان کے رکن بھی منتخب ہوئے۔

حکیم اجمل خان:

تحریک آزادی کے نامور قائد تھے، دہلی میں موجودہ طبیہ کالج ان ہی کی یادگار ہے، انگریزوں نے ان کو ''حاذق الملک'' کا خطاب دیا تھا، لیکن انہوں نے اس کو واپس کر دیا، جس کے بعد عوام نے ان کو ''مسیح الملک'' کا خطاب دیا، خلافت تحریک اورتحریک ترک موالات میں آپ پیش پیش رہے، کانگریس کے اہم لیڈران میں تھے، پہلی جنگ عظیم سے متأثر ہونے والے فلسطینیوں اورشام کے مسلمانوں کی آپ نے بڑی مدد کی، ۱۹۲۷ء میں وفات ہوئی، دیسی طب کے بابا آدم کہلاتے تھے۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی:

برصغیر کے مشہور عالم اورتحریک آزادی کے نامور قائد، ان کی باغیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے انگریزوں کوان کی تلاش تھی جس کے بعد خفیہ طور پرآپ ہندوستان سے باہر چلے گئے، کابل میں مولانا عبیداللہ سندھی نے ہندوستان کی جوآزادعبوری حکومت قائم کی تھی اس میں بطور وزیراعظم آپ ہی کا انتخاب ہوا تھا، سانس فرانسسکو(امریکہ) میں ۱۹۲۷ء میں جلاوطنی کے دوران آپ کی وفات ہوئی۔

بھگت سنگھ:

پنجاب سے تعلق رکھنے والا جنگ آزادی کا سب سے کم عمر انقلابی نوجوان جس کو صرف ۲۴/سال کی عمر میں انگریزوں نے ۱۹۳۱ء میں لاہور جیل میں پھانسی دی، اس پرایک انگریز افسر سانڈرس کے قتل کا الزام تھا، مولانا حسرت موہانی ''انقلاب زندہ باد'' کا نعرہ اسی کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا۔

مولانا محمدعلی جوہر:

ہندوستان میں جنگ آزادی کے اہم ہیرواورمسلمانوں کے اپنے وقت کے سب سے بڑے سیاسی ومذہبی رہنما، ولادت ۱۸۷۸ء میں ہوئی، رامپور آپ کا وطن تھا، علی گڑھ سے تعلیم کے بعد برطانیہ میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے اعلی تعلیم حاصل کی، انگریزی اوراردو کے بہترین خطیب تھے، ۱۹۱۱ء میں انگریزی میں کامریڈ اخبار جاری کیا، اسی طرح اردو میں ''اخبار ہمدرد'' شروع کیا، تحریک خلافت اورتحریک موالات کے آپ روح رواں تھے، آپ ایک بہترین شاعر بھی تھے، جوہرؔ آپ کا تخلص تھا، ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے اور وہاں انگریزوں کے سامنے یہ بات رکھی کہ ملک کی آزادی کا پروانہ لئے بغیر میں ملک واپس نہیں جاؤں گا، ۱۹۳۱ء میں وہیں پروفات ہوئی اور بیت المقدس میں مدفون ہوئے، ان کی والدہ بی اماں سے ان کوتحریک آزادی میں بڑی تقویت ملی، اس وقت عوام الناس میں ان کے متعلق یہ شعر بہت مقبول ہوا۔

بولی اماں محمد علی کی — جان بیٹا خلافت پہ دیدو
ساتھ تیرے ہیں شوکت علی بھی — جان بیٹا خلافت پہ دیدو

مولانا شوکت علی:

مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی، رام پور میں ۱۸۷۳ء میں پیدا

ہوئے، تحریک خلافت میں آپ پیش پیش رہے، ۱۹۳۱ء میں لندن کی پہلی گول میز کانفرنس میں شریک رہے، ۱۹۱۹ء میں دوسال قید ہوئے، ۲۷رنومبر ۱۹۳۸ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

سروجنی نائیڈو:

جنگ آزادی کی نامور شخصیت تھی، ۱۸۷۹ء میں حیدرآباد دکن میں ہندوؤں کے برہمن خاندان میں پیدا ہوئی، اعلیٰ تعلیم برطانیہ سے حاصل کی، انگریزی زبان کی بہترین شاعرہ تھیں، ان کے مجموعہ کلام کے ترجمے مختلف یورپی زبانوں میں بھی ہوئے، ۱۹۲۵ء میں کانگریس کی صدر بنی، ۱۹۴۹ء میں انتقال ہوا، ملک کی آزادی کے بعد اترپردیش کی گورنر بھی بنی۔

مولانا عبیداللہ سندھی:

۱۸۷۳ء میں سیالکوٹ پاکستان کے ایک سکھ گھرانہ میں آپ کی ولادت ہوئی، بچپن ہی میں اسلام قبول کیا، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند شیخ الہند مولانا محمود حسن کے پاس تشریف لے گئے وہیں تعلیم حاصل کی اوران ہی کی تربیت میں رہے، ۱۹۱۴ء کے بعد آپ شیخ الہند کی تحریک کے سلسلہ میں افغانستان چلے گئے، ملک کی آزادی کے لیے شیخ الہند سے آپ خط وکتابت ریشمی کپڑے پر کرتے تھے تاکہ انگریزوں کی نظروں سے محفوظ رہے؛ لیکن انگریز حکومت کو اس کا پتہ چل گیا اور شیخ الہند حجاز میں گرفتار ہوگئے، یہی تحریک بعد میں ریشمی رومال تحریک کہلائی، ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس آئے اور جامعہ ملیہ میں مدرس ہوئے، ملک کی آزادی میں آپ کا بڑا حصہ تھا، ملک کی آزادی کی فضا کو ہموار کرنے کے لیے یورپ وغیرہ میں کئی سال گزارا، ۱۹۴۴ء میں آپ کی وفات ہوئی، آپ بیک وقت دینی وسیاسی دونوں میدانوں کے شہسوار تھے۔

سبھاش چندربوس:

بنگال کے مشہور قوم پرست رہنما، گاندھی جی کی تحریک عدم تعاون میں پیش پیش رہے، شروع میں کانگریس میں رہے، بعد میں گاندھی جی سے اختلاف کے بعد الگ ہوگئے اور فارورڈ بلاک کے نام سے الگ سیاسی محاذ بنایا، انگریزوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو بھیس بدل کر افغانستان پہنچ گئے، پھر وہاں سے جرمن، پھر جاپان پہنچ گئے، وہاں انہوں نے ہندوستانی اسیران کی ایک فوج تیار کی، ۱۹۴۵ء میں طیارہ کے ایک حادثہ میں وفات ہوئی، ان کے ماننے والے انہیں نیتا جی کہتے تھے، جے ہند کا نعرہ سب سے پہلے انھوں نے ہی دیا، وہ گاندھی جی کی عدم تشدد تحریک سے متفق نہیں تھے، بلکہ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان سے غیرملکیوں اور انگریزوں کو طاقت کے بل پر ہی نکالا جاسکتا ہے۔

مہاتما گاندھی:

آپ کا پورا نام موہن داس کرم چند گاندھی جی تھا ۱۸۶۹ء میں گجرات کے مقام پوربندر میں پیدا ہوئے، جنگ آزادی ہند کے آپ اہم رہنما تھے، پیشے سے وکیل تھے، قانون کی تعلیم برطانیہ سے حاصل کی، جہاں سے ۱۸۹۳ء میں جنوبی افریقہ چلے گئے تاکہ وہاں سے نسلی امتیاز کو ختم کرنے کے لیے آواز اٹھاسکیں، ۱۹۱۵ء میں ہندوستان واپس لوٹے ملک کی آزادی کے لیے متعدد بار قید ہوئے، آپ نے متعدد تحریکیں شروع کیں، تحریک عدم تعاون، سودیشی تحریک اور ہندوستان چھوڑو تحریک آپ ہی کی شروع کی ہوئی تھی، ۱۹۳۱ء میں کانگریس کی طرف سے ملک کی آزادی کے موضوع پر مذاکرات کے لیے آپ نے لندن کی گول میز کانفرنس میں شرکت کی، آپ بڑے محبِّ وطن اور مختلف مذاہب کے درمیان امن ومحبت اور عدم تشدد کے داعی تھے، ۲۰رجنوری ۱۹۴۸ء کو آپ کی مصالحانہ اور پرامن کوششوں سے ناراض ہوکر مرہٹہ قوم سے تعلق رکھنے والے ہندو تنظیم آرایس ایس کے رکن ''ناتھورام گوڈسے'' نے آپ کو قتل کردیا، اس طرح آپ ملک کی آزادی کے بعد ایک سال بھی زندہ نہیں رہ سکے۔

جواہر لال نہرو:

آپ موتی لال نہرو کے فرزند تھے، ۱۴رنومبر ۱۸۸۹ء میں الہ آباد میں پیدا ہوئے، برطانیہ کی کیمبرج یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی، پیشے

سے وکیل تھے، ملک کی آزادی میں آپ کا اہم رول تھا، اس کے لیے آپ نومرتبہ جیل گئے، چارمرتبہ آل انڈیا کانگریس پارٹی کے صدر رہے، ملک کی آزادی کے بعد سب سے پہلے وزیراعظم مقرر ہوئے اور ۱۹۶۴ء اپنی وفات تک اسی عہدہ پر فائز رہے، آپ ایک اچھے مقرر ومصنف بھی تھے (تلاش ہند) آپ کی مشہور تصنیف ہے، ہندوستان کی پہلی خاتون وزیراعظم اندرا گاندھی آپ ہی کی دختر تھیں۔

مولانا حسرت موہانی :

آپ کا نام سید فضل الحسن تھا ۱۸۷۵ء میں موہان (اودھ) میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے، ملک کی آزادی میں آپ کا بڑا حصہ تھا، بالخصوص ریشمی رومال تحریک میں آپ پیش پیش رہے، آپ بہت بڑے اور مقبول شاعر تھے، آپ کی غزلوں کو بڑی شہرت ملی، حسرتؔ آپ کا تخلص تھا، اپنے رسالہ اردوئے معلیٰ کے ذریعہ آپ نے اردو زبان کی بڑی خدمت کی، کلیات حسرت، نکات سخن اور محاسن ومعائب سخن آپ کی مشہور تصانیف ہیں، ۱۹۵۱ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا ظفرعلی خان :

تحریک آزادی کے قومی رہنما، نامور شاعر وصحافی اور ادیب، ملک کی آزادی کے لیے آپ کی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں، اس کے لیے آپ نے گھر بار اور جائیداد تک کی قربانیاں دیں، برطانوی استبداد کے خلاف آپ نے غیر معمولی صعوبتیں برداشت کیں اور قید بھی ہوئے ''اخبار زمیندار'' کے آپ بانی ومدیر تھے، جس نے تحریک آزادی میں اہم رول ادا کیا، ۱۹۵۶ء میں وفات ہوئی۔

مولانا حسین احمدمدنی :

جنگ آزادی کے عظیم رہنما، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے تربیت یافتہ اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی تحریک آزادی کے لیے گرفتار ہوکر قید میں بھی رہے، شیخ الہند محمود حسن کے ساتھ مالٹا میں بھی نظر بند رہے، وفات تک جمعیۃ العلماء ہند کے صدر رہے اور ۱۹۵۷ء میں انتقال ہوا۔

مولانا ابو الکلام آزاد:

پورا نام محی الدین احمد تھا ۱۸۸۸ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان مکہ مکرمہ سے ہندوستان میں کلکتہ انیسویں صدی کے اواخر میں آیا تھا، ملک کی آزادی کے لیے آپ کی قربانیاں اور مساعی ناقابل فراموش ہیں ۱۹۱۶ء میں انگریز حکومت نے رانچی بہار (موجودہ جھارکھنڈ) میں آپ کو ساڑھے تین سال تک نظر بند رکھا، ۱۹۲۱ء میں دوبارہ گرفتار ہوئے ملک کی آزادی کے خاطر مجموعی طور پر دس سال سے زائد آپ نے قید میں گزارے، ۱۹۱۲ء میں ہفتہ وار ''الہلال'' جاری کیا جو ۱۹۱۴ء تک چلتا رہا، ۱۹۱۵ء میں رسالہ ''البلاغ'' شروع کیا، ۱۹۲۷ء میں ''الہلال'' کو دوبارہ جاری کیا، ملک کی آزادی کے لیے تحریک خلافت، ترک موالات اور تحریک عدم تعاون میں آپ پیش پیش رہے، ملک کی آزادی کے بعد سے ۲۱رفروری ۱۹۵۸ء اپنی وفات تک آپ ملک کے اولین وزیر تعلیم رہے، کل ہند کانگریس پارٹی کی صدارت پر بھی آپ دو دفعہ فائز ہوئے، آپ ایک بلند پایہ مقرر، مصنف اور مسلمانوں کے سیاسی ومذہبی رہنما بھی تھے، سیاسی میدان کے علاوہ علمی ودینی میدانوں میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، تفسیر قرآن میں ''ترجمان القرآن'' کے علاوہ ''غبار خاطر'' آپ کی مقبول تصانیف ہیں، آپ تقسیم ہند کے آخیر تک مخالف رہے۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل:

ہندوستان کے قوم پرست رہنما جن کی ولادت ۱۸۷۶ء میں ہوئی، پیشہ سے وکیل تھے اور برطانیہ میں اس کی تعلیم حاصل کی، انگریزوں کے خلاف آزادی کی مختلف تحریکات میں شامل رہے اور متعدد بار جیل بھی گئے، ۱۹۳۱ء میں کانگریس کے صدر بنے، آزادی کے بعد ملک کے پہلے وزیر داخلہ مقرر ہوئے، ملک کی مختلف ریاستوں کو ملا کر متحدہ ہندوستان کے لیے سب سے زیادہ کام انہوں نے ہی کیا، ۱۹۵۰ء میں وفات ہوئی۔

راج گوپال اچاریہ :

ہندوستان کے قوم پرست رہنما، پیشہ سے وکیل تھے، جنگ آزادی میں پیش پیش تھے، ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء ہندوستان کے آخری گورنر جنرل کے عہدہ پر فائز رہے، ان کے بعد ہندوستان میں یہ عہدہ ہی ختم ہوگیا ۱۹۷۲ء میں وفات ہوئی۔

رفیع احمدقدوائی:

کانگریس کے مشہور مسلم رہنما، ملک آزادی کی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں انہیں قید وبند کی زندگی گزارنی پڑی، آپ ایک بہترین منتظم تھے، ملک کی آزادی کے بعد مختلف وزارتوں پر فائز رہے، ۱۹۵۴ء میں عہدوزارت ہی میں اسٹیج پر تقریر کرتے ہوئے انتقال کرگئے۔

جے پرکاش نارائن :

آپ نے ہندوستان میں تحریک آزادی کی مختلف تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، پٹنہ بہار کے رہنے والے تھے، یم اے کی ڈگری امریکہ سے حاصل کی، ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۲ء کانگریس کے جنرل سکریٹری رہے، ۱۹۳۴ء میں الگ اپنی سوشلسٹ پارٹی قائم کی، ۱۹۷۹ء میں وفات ہوئی۔

خان عبدالغفار خان (سرحدی گاندھی)

صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے، جنگ آزادی کی تحریکات میں پیش پیش رہے اور جیل بھی گئے ۱۹۲۹ء میں خدائی خدمت گاروں کی ایک تحریک افغانستان سے شروع کی ۱۹۸۸ء میں وفات ہوئی۔

Files\A004.TIF not found.

فکروعمل

تو پھراور کیا ہے

تو کیوں دین ودنیا میں شامل نہیں ہے، جہالت نہیں ہے تو پھراور کیا ہے
زبوں تیری حالت ہوئی جارہی ہے، حقیقت نہیں ہے تو پھراور کیا ہے
کیااپنی حالت پہ افسوس تونے، پریشاں ہے اغیار کے روبرو تو
تیری خانقاہوں پرغیروں کے قبضے، ندامت نہیں ہے تو پھراور کیا ہے
شرابوں کا شوقین توہوگیا ہے،سینموں کی مشتاق ہیں تیری نسلیں
خدارا دلوں سے یہ سب دور کردے، ہدایت نہیں ہے تو پھراور کیا ہے
یہ کیوں ناچ گانوں میں مصروف ہیں،سنیما گھروں کی رونق بنے ہیں
یہ اولاد تیری جو قبضے سے باہر، حماقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
غلامی کی زنجیر کو تم نے توڑا، فرنگی حکومت کو جڑ سے اکھاڑا
بھلا ہوتیرا میرے ہندوستان کی، حمایت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
بھنور میں سفینہ چلاجارہا ہے، اسے پار کرنے کی کوشش تو کرلے
تو ملاح بن کر دکھا زور بازو شجاعت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
بھلا کیوں تو دنیا میں رسوا ہے اتنا،شریعت کے دامن کو چھوڑا ہے تونے
نہ صوم وصلوۃ اورنہ عقبٰی کا ڈر ہے، حقیقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
قدم کیوں تیرے ڈگمگائے ہوئے ہیں،توسینہ سپر ہوکے چلنا ذرا اب!
مخالف ہواؤں کا رخ موڑ دینا، فراست نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
یہ انمول موتی جوبکھرے پڑے ہیں، انہیں چن کے سہرا مزین بنالے
تو پھر دین ودنیا کا سرتاج ہوگا، اجازت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
خبر کیا ہے تجھ کوتو ہے ایسا ناداں مذاہب پہ تیرے ہیں خطرات اتنے
زمانے کی گردش نے گھیرا ہے تجھ کو، شکایت نہیں ہے تو پھراور کیا ہے
تیرے حق میں کیسی یہ سرگوشیاں ہیں، پتہ بھی ہے تجھ کوزمانے کا شوکتؔ
زباں تیری عاجز،قلم تیرا قاصر، صداقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

شوکت علی انواردیؔ
ناظم جامعہ رحیمیہ مظفری، سہارنپور

حال دل

محدث وقت

حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے پہلی ملاقات

حمیداللہ قاسمی کبیرنگری

قمری سال کا آغاز ہو چکا تھا اور شمسی سال کے شروع ہونے میں ابھی کچھ گھنٹے باقی تھے کہ احقر کو رسالہ کے سلسلہ میں شہر (سہارنپور) جانا ہوا، ویسے تو عام طور سے سہارنپور مہینہ دو مہینہ میں جانا ہوتا ہی ہے مگر حضرت شیخ سے ملاقات اور گفتگو کا موقع کبھی نہ ملا اور نہ ہی اپنی کم علمی کے سبب ملنے کی کوشش کی، البتہ ۳۰؍دسمبر ۲۰۰۸ء مطابق یکم محرم ۱۴۳۰ھ بروز منگل کی شام کو مدرسہ سے جب جانے لگا تو ہمارے ناظم صاحب (مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی) نے فرمایا مولانا! سہارنپور میں حضرت شیخ سے ملتے ہو کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ کبھی ایسا موقع ہی نہیں ملا کہ ان سے ملاقات کروں، جب کہ کئی مرتبہ رات میں وہاں ٹھہرنے کا موقع بھی ملا اور مظاہر علوم کے مہمان خانہ میں ٹھہرنے کے باوجود بھی ملاقات نہ کر سکا، حالانکہ مہمان خانہ حضرت کی قیام گاہ سے متصل ہی ہے، لیکن کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ حضرت سے ملاقات کرلوں۔

الغرض رخت سفر باندھا اور چل دیا، عشاء کی آذان سے کچھ وقت پہلے سہارنپور پہنچا، شہر کے تمام لوگ اپنی اپنی دکانیں بند کر رہے تھے، رکشہ، تانگہ اور بس والے بھی اپنی آخری سواری کے انتظار میں کھڑے تھے، ایک طرف پرندے اپنے آشیانوں میں پہنچ کر چہچہا رہے تھے اور بعض پرندے اپنے ہم جولیوں سے بغل گیر ہو کر اپنے پورے دن کی کارستانیاں سنانے میں مست تھے اور کچھ ایسے طیور تھے جو پورے دن کی تھکان سے نڈھال ہو کر آرام کر رہے تھے، جب کہ دوسری جانب ہر شخص اپنے اپنے کام کو پورا کر کے گھر جانے کی تیاری میں لگا ہوا تھا، میں نے ایک رکشہ والے سے کہا بھائی! مجھے عربی مدرسہ تک جانا ہے، وہ فوراً تیار ہو گیا، چنانچہ میں پانچ منٹ میں عربی مدرسہ پہنچ گیا، خیر اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب مظاہر علوم میں داخل ہونے لگا تو مفتی صاحب کی بات فوراً ذہن میں آئی کہ ''اس دفعہ ضرور حضرت شیخ سے مل کر آنا'' یہ بات ذہن میں آتے ہی میرے قدم وہیں رک گئے، ایسا لگا کہ میں پتھر کا مجسمہ بن گیا اور دیر تک سوچتا رہا کہ اب کیا کروں، اتنے بڑے محدث اور شیخ الحدیث کے سامنے کیسے جاؤں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سیاہ کار کو دیکھ کر حضرت کو غصہ آ جائے، میں یہی سب سوچتا رہا، مگر مجھ میں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ شیخ کے پاس جاؤں، اپنا کچھ حال بیان کروں، اپنا دکھڑا سناؤں اور اپنے لیے دعا کی درخواست کروں؛ لیکن ہمت کر کے دل کو مضبوط کیا اور آگے بڑھا، آہستہ آہستہ پاؤں کو جماتے اور ڈرتے ہوئے وہاں پہنچ ہی گیا، دیکھتا کیا ہوں کہ دولڑکے حضرت شیخ کے پاس موجود ہیں اور ان کی خدمت میں لگے ہیں، بندہ بھی آگے بڑھا اور مصافحہ کیا، حضرت کہنے لگے کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا ''مظفرآباد مفتی مسعود عزیزی ندوی صاحب کے مدرسہ سے'' حضرت خاموش رہے چونکہ یہ وقت ان کے ملنے کا نہیں تھا، اس لیے کچھ بات نہیں ہوئی۔

عشاء کی نماز کا وقت قریب تھا، حضرت چونکہ ان دنوں بیماری کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاتے اور قیام گاہ پر ہی نماز ادا کرتے ہیں، بندہ بھی مصافحہ کر کے وہیں بیٹھ گیا، دریں اثناء حضرت مصلّی بچھوائے اور نماز کے لیے کہا، میں بھی وہیں پر تھا اس لیے حضرت کے خادم نے کہا نماز سے فارغ ہو کہ نہیں، میں نے کہا ابھی تو نہیں نماز

پڑھی، اب آپ لوگوں کے ساتھ پڑھ لوں گا، چنانچہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوگیا اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگا، حضرت کے دائیں جانب ایک دوسرا خادم تھا (جو شاید ہمارے ہی ضلع کا تھا) اور بائیں جانب یہ سیاہ کار تھا، اب کیا تھا کہ خوشیوں کا سمندر موجیں مارنے لگا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ عرش کے پردے اٹھ گئے اور جنت کے دروازے کھل گئے گویا میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہوں۔

فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنن ونوافل پڑھا، اس کے بعد میں نے خادم سے پوچھا کہ حضرت سے تفصیلی گفتگو کب ہوگی؟ تو اس نے کہا کہ فجر کی نماز کے بعد، چنانچہ میں حضرت کی قیام گاہ سے نکل کر مہمان خانہ چلا گیا، رات بھر دل ہی دل میں خوش رہا کہ اس گنہگار کو بھی ایک امام وقت کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع مل گیا، خیر یہ میری خوش نصیبی تھی کہ اتنے بڑے محدث کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق ملی، جب کہ بعض لوگ مصافحہ کرنے کو بھی ترستے ہیں۔

صبح فجر کی نماز کے بعد بندہ حضرت شیخ کی قیام گاہ پر دوبارہ گیا، اس وقت ذکر کی مجلس لگی ہوئی تھی، لوگ ''الا اللہ، الا اللہ'' کی ضربیں لگا رہے تھے، میں بھی اس مجلس میں شامل ہوگیا اور ''الا اللہ، الا اللہ'' کی ضربیں لگانے لگا، پندرہ بیس منٹ کے بعد آہستہ آہستہ لوگ جانے لگے، میں نے دیکھا کہ حضرت آرام کررہے ہیں، چپکے سے ان کے پاس آکر بیٹھ گیا، کچھ دیر میں ایک خادم ناشتہ لے کر آیا اور بیدار کیا، حضرت بیدار ہوئے اور مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ کون ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ کل شام کے وقت جو آئے تھے، حضرت نے تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے عرض کیا کہ کہاں کے رہنے والے ہو، کہاں سے فارغ ہوئے ہو، کب فارغ ہوئے اور کیا کرتے ہو؟ میں نے تفصیل کے ساتھ حضرت کو بتادیا کہ حضرت میں جوری، ضلع سنت کبیر نگر کا رہنے والا ہوں اور مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب کے مدرسہ کا ملازم ہوں اور فلاں سن کی میری دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہے، پھر پوچھا کہ تم حافظ ہو کہ نہیں، میں نے کہا حضرت میں حافظ نہیں ہوں۔

چنانچہ موقع غنیمت سمجھ کر میں کچھ آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمادیجئے! تو شیخ صاحب نے فرمایا ''تقوی اختیار کرو، سنن ونوافل کی پابندی کرو، جھوٹ، غیبت ہر قسم کی برائیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور جو کام کرو بس اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کرو، ریاء دکھاوا نام کی کوئی چیز نہ ہو، ہر کام میں خلوص ہو، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، کمزوروں پر رحم ودرگزر، دوست واحباب کے ساتھ پیار ومحبت اگر کسی وجہ سے ناچاقی وناتفاقی پیدا ہوجائے تو فوراً معافی تلافی کرلینی چاہئے، تاکہ آپس میں پیار ومحبت برقرار رہے اور جڑے ہوئے دل ٹوٹنے نہ پائیں اور اپنا اصلاحی تعلق کسی بزرگ سے قائم کرلو اور ان سے رائے مشورہ لیتے رہو، تاکہ تمہارے کام میں حسن اور نکھار پیدا ہو'' یہی چند باتیں حضرت نے نصیحت کے طور پر کہیں تھی، چنانچہ یہ سیاہ کار ان کی قیمتی باتوں کو اپنے دامن کے ایک حصہ میں باندھ لیا اور دعا وسلام کے ساتھ رخصت ہوا۔

وہاں سے آنے کے بعد ہر وقت یہی سوچتا رہتا ہوں کہ اب جب بھی مظاہر علوم جاؤں گا تو ضرور حضرت شیخ سے ملاقات کروں گا؛ کیونکہ بزرگوں کی صحبت، اولیاء اللہ کی زیارت اور ان کے یہاں کچھ وقت گزارنا بھی عبادت ہے کسی نے کیا خوب کہا۔ ؎

ایک زمانہ صحبتِ با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی صحبتِ کیمیا کی تاثیر بھی کیا ہوتی ہے کہ ان کی مجلس میں کچھ وقت لگالینا ہی سو سال کی اطاعت سے بہتر ہے۔

بہر حال بزرگوں کے پاس جانا، ان کے رابطے میں رہنا اور ان سے اپنی ذات کی اصلاح کرنا، ہر مسلمان کا نصب العین ہونا چاہئے، کیونکہ بزرگوں، ولیوں اور شیخوں کے مجلسوں میں جانے سے جہاں اپنی ذات کی اصلاح ہوتی ہے وہیں دل کو سکون بھی ملتا ہے، کیونکہ ان کے یہاں ہر وقت اللہ تعالی کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ اللہ ہی کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے ''الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب''۔ ❁

تجزیہ

فلسطین پر اسرائیلی دہشت گردی

اور عرب حکمرانوں کا بزدلانہ رویہ

مولانا خورشید احمد داؤد قاسمی استاذ شعبہ انگریزی دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور

جب سن ۲۰۰۸ء رخصت ہونے جارہا تھا اور لوگ ایک دوسرے کو سال نو کی مبارک باد پیش کرنے کی تیاری میں مصروف ومشغول تھے، تو اسی وقت امریکہ اور برطانیہ کی ناجائز اولاد اسرائیل نے ''غزہ پٹی'' کے نہتے اور مجبور و بے بس انسانوں پر اپنے لڑاکو طیاروں سے اندھا دھند بمباری کا آغاز کر کے مسلم ممالک اور عالم عرب کی غیرت وحمیت کو للکار کر یہ کہہ رہا تھا کہ تم لوگ اس کرۂ ارض پر بزدل و نامرد اور اعضاء معطلہ کے مانند ہو، تم اسرائیل کے غلام ہو اور اگر مستقبل میں تم نے ''عظیم اسرائیل'' کی راہ میں کسی طرح کی مزاحمت کی تو تمہارا بھی حشر ''حماس کے کارکنان'' اور ''غزہ پٹی کے شہریوں'' کے جیسا ہوگا، یہ ہر ایک انصاف پسند اور انسانیت نواز شخص جانتا ہے کہ ظالم اسرائیل نے خواہ مخواہ ''حماس'' کی طرف سے اسرائیلی شہری علاقے پر راکٹ داغنے کو محض بہانہ بنا کر بروز شنبہ، ۲۷/دسمبر ۲۰۰۸ء کو اپنی سابقہ چھ ماہ کی ایک مکمل تیاری کے بعد قدس واقصی کی مبارک سرزمین پر بمباری شروع کردی، جو تادم تحریر (۱۳/جنوری ۲۰۰۹ء) جاری ہے، اس اسرائیلی بربریت میں اب تک تقریباً ۹۱۰/لوگ جاں بحق ہو چکے ہیں، جن میں ایک تہائی صرف معصوم بچے اور خواتین شامل ہیں؛ جب کہ ۴۱۰۰/افراد سے زیادہ لوگ زخمی ہو چکے ہیں، اس اسرائیلی سفاکی و درندگی کے تیسرے ہی دن غزہ کے اسپتال نعشوں سے بھر چکے تھے اور زخمیوں کو ابتدائی طبی امداد دینے سے بھی قاصر تھے، اب جب کہ ۲۵/ سے بھی زیادہ ایام گزر چکے اور فضائی حملہ کے ساتھ ساتھ زمینی حملہ بھی شروع کردیا گیا ہے، تو وہاں کے لوگوں کی کیا صورتِ حال ہوگی یہ تو ''غزہ پٹی'' کے لوگ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

اس اسرائیلی دہشت گردی میں جہاں بے شمار شہری موت کا لقمہ بن رہے ہیں؛ وہیں مکاتب، مدارس، اسکولس اور معابد ومساجد کو بھی نشانہ بنایا جارہا ہے، اسرائیلی وحشیوں کا کہنا ہے کہ حماس والے مسجد کو تربیت گاہ اور اسلحہ رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس لیے ہم مساجد کو بھی نشانہ بنارہے ہیں؛ لہٰذا اب تک ۱۵/مساجد ڈھادی گئیں، اس دہشت گردانہ کارروائی میں اسرائیل عالمی قانون کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ایف-16 اور ایف-18 جیسے لڑاکو طیارہ کو استعمال کررہا ہے اور لیزر گائیڈ بم، کلسٹر بم اور فاسفورس بم جیسے عام تباہی پھیلانے والے مہلک ہتھیار استعمال کر کے فلسطینیوں کی زندگی سے کھلواڑ کررہا ہے، ان ہتھیاروں کے استعمال کی وجہ سے اگر عالمی برادری انسانیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے متحد ہو کر ایہود اولمرٹ، ایہود بارک اور جارج بش کو عالمی کورٹ میں پیش کرتی ہے؛ تو بآسانی سارا حساب وکتاب چکایا جاسکتا۔

اس حملہ کے تعلق سے عالمی دہشت گرد اسرائیل اور اِس کے امریکی آقا کا کہنا ہے کہ اس کا ذمہ دار ''حماس'' ہے؛ کیونکہ ''حماس'' معاہدہ کے باوجود، اسرائیلی شہریوں پر راکٹ داغ رہا ہے؛ لہٰذا اسرائیل اپنے دفاع کی خاطر حماس کو غیر مسلح کرنے کو یہ کارروائی انجام دے رہا ہے، مگر ان وحشیوں نے اس بات کو فراموش کردیا کہ جو جنگ

بندی کا معاہدہ ہوا تھا اس کا مقصد کیا تھا، اس کا اصل مقصد اہالیانِ غزہ کا محاصرہ ختم کرنا، خورد و نوش کی اشیاء اور طبی سہولیات کا فراہم کرنا تھا؛ لیکن اس معاہدہ کے بعد کیا اہلِ غزہ کو وہ سہولیات فراہم ہوگئیں؟ اسرائیل غزہ پٹی کا مکمل محاصرہ کئے رہا، قدم قدم پر غزہ پٹی والوں کی جامہ تلاشی کی جاتی تھی، غذائی اجناس اور بنیادی طبی سہولیات سے بھی انھیں محروم کئے رہا اور انھیں جانوروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا اور فلسطینی بچے بھوک سے بلک بلک کر جانوروں کی طرح گھاس کھانے پر مجبور تھے اور ہیں، پھر اس صورت میں وہ کیا کرتے؟ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی آپشن تھا ہی نہیں کہ وہ جنگی معاہدہ کو ختم کر کے راکٹ داغیں۔

اس حالیہ اسرائیلی دہشت گردی پر دنیا بھر میں قیام جمہوریت کا ٹھیکیدار امریکہ نے اولاً تو کسی طرح کے ریمارک سے چپ سادھے رہا اور جب بیان بھی جاری کیا تو اسرائیل کی حمایت میں؛ چنانچہ امریکہ کی خارجہ سکریٹری کونڈولیزا رائس نے اس قاتلانہ کارروائی کا ذمے دار بے دست و پا حماس کو بنایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ جب تک حماس کو غیر مسلح نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک جنگ بندی کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا، امریکی خارجہ سکریٹری کے اس بیان پر کوئی افسوس بھی نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ امریکہ کے موجودہ صدر اور عالمی دہشت گرد جارج واکر بش اور خونخوار خارجہ سکریٹری کونڈولیزا رائس سے اس زیادہ کوئی انسانیت نواز شخص امید کر بھی نہیں سکتا ہے، مزید کونڈولیزا رائس نے یہ بھی کہا ہے کہ بارک حسین اوبامہ کو بش انتظامیہ کی ہی خارجہ پالیسی اپنانی ہوگی، اس کا واضح مطلب تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بش نے تو افغانستان و عراق میں اپنی کٹھ پتلی سرکار بیٹھا دیا اور اب فلسطین بشمول غزہ پٹی، ایران، پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں امریکی کٹھ پتلی بیٹھانے کی اوبامہ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے اور بش کی رخصتی کے اخیر ایام میں غزہ پر اسرائیلی حملہ شاید اسی منصوبہ کا افتتاح ہے۔

مگر اس حقیقت کو کوئی بھی منصف مزاج مؤرخ تحریر کرنا فراموش نہیں کرے گا کہ امریکہ اور اس کے حلیف ممالک پوری دنیا میں جمہوریت کے نام پر اپنی غنڈہ گردی شروع کیے ہوئے ہیں اور دنیا بھر میں یہ اعلان کر رہے ہیں کہ جمہوریت کو مضبوط کیا جائے؛ لیکن فلسطینی عوام نے جمہوری طریقے سے دوتہائی اکثریت کے ساتھ جس پارٹی (حماس) کو منتخب کر کے حکومت کا موقع دیا اسے امریکہ اور اس کے حلیف ممالک نے قبول کرنے سے انکار کر کے اسے دہشت گرد قرار دیدیا اور ایک ڈکٹیٹر کے روپ میں ''الفتح'' کے کرتا دھرتا غدار وطن محمود عباس کو فلسطینیوں کے سر پر تھوپنا چاہتے ہیں جسے اکثر فلسطینی پسند نہیں کرتے۔

نومنتخب امریکی صدر بارک حسین اوبامہ نے اس اسرائیلی جارحیت پر پہلے خاموش رہ کر بہت سے لوگوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا، اس نے اپنی خاموشی ایسے بیان سے توڑی کہ دنیا کے امن پسند لوگوں کو ششدر کر دیا کہ '' مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ میں ۲۰/جنوری (اپنی حلف برداری) کے بعد کہوں گا، میں نے انتخابی مہم کے دوران جو وعدہ کیا تھا اس سے منحرف نہیں ہوں گا، ہم مشرق وسطی کے حل کے لیے حلف برداری کے بعد ہی مؤثر انداز میں کام کریں گے'' مگر وہ یہ بھول گئے کہ انہوں نے اپنے انتخاب کے بعد سے اب تک کئی خارجی اور داخلی امور سے متعلق بیان دیا ہے؛ تا آنکہ کشمیر جیسے حساس مسئلہ پر بھی بیان بازی کر کے بہت سے ہندوستانیوں کو چونکا دیا ہے؛ لہٰذا اس موقع سے انسانیت کے ناطے اپنی مہذب سیاست کا ثبوت دیتے ہوئے کم از کم مذمتی بیان ہی صادر فرماتے؛ کیونکہ مستقبل میں کم از کم اگلے چار سال تک آپ کو کسی بھی اہم حادثہ پر، اپنے ہم منصبوں کی طرح مذمت والا کھیل کھیلنا ہی ہوگا۔

اس اسرائیلی دہشت گردی میں اقوام متحدہ کا کردار نہایت ہی شرمندہ کن رہا؛ کیوں کہ جس تنظیم کے قیام کا مقصد ہی حقوق انسانی کی پاسبانی، معصوم جانوں کی حفاظت اور امن عالم ہو، اس تنظیم کے ذمے داروں نے کھلی آنکھوں یہ مشاہدہ کرنے کے باوجود ایٹمی طاقت سے مسلح غاصب مملکت نے ایک نہتے اور جمہوری سطح پر منتخب حکومت

حماس، اس کے اراکین، حامیان اور اس شہر سے متعلق جہاں وہ حکمرانی کر رہی ہے، بچے، بوڑھے، مرد وخواتین کو بغیر کسی امتیاز کے موت کی نیند سلا رہی ہے، معمولی سی حرکت کے بعد کچھ عملی کوشش کرنے سے گریز کیا، غضب کی بات تو یہ ہے کہ اس حملہ نے اقوام متحدہ کی طرف سے چل رہے تین اسکولوں کو تباہ و برباد کر کے وہاں پناہ گزیں شہری اور تقریباً چالیس بچوں کی جانیں چھین لی مگر اقوام متحدہ جس کا کردار شروع سے ہی مشکوک رہا ہے اس نے صرف یہ وارننگ دے کر خاموش ہوگئی کہ مزید ایسا حملہ ہوا تو برداشت نہیں کیا جائے گا، یعنی ان چالیس بچوں کی جانیں جوان اسکولوں کے حملہ میں شہید ہوئے، یا ایسے ہی وہ ۹۱۰/افراد جن کی جانیں گئیں اس لائق نہیں کے اس کے ردعمل کے طور پر اقوام متحدہ عالمی دہشت گرد اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی کر سکے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اقوام متحدہ کے قیام کا جو مقصد دستور میں مکتوب ہے، وہ صرف دکھاوے کے لیے ہے؛ نہیں تو اس کا اصل مقصد یورپی ممالک اور امریکہ کے مفادات کی حفاظت، عالم عرب کے قلب میں اسرائیل کا قیام ہے، اس کو ہر طرح کی مادی اور مالی منفعت فراہم کرنا جیسی چیزیں تھیں اور ہیں، جس پر پورے طور پر عمل پیرا ہے، اگر اس موقع سے کوئی مسلم ملک ہوتا تو اس پر پابندی لگا کر وہاں کے شہریوں کا عرصۂ حیات تنگ کیا جا سکتا تھا، جیسا کہ ماضی میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔

غزہ پٹی پر اسرائیلی بربریت ۲۵/دنوں سے جاری ہے؛ لیکن مسلم ممالک کے عیاش اور نفس پرست حکمرانوں نے صرف رسمی مذمتی بیان دے کر اپنے دامن کو بچا لیا، عرب حکمرانوں نے ''او آئی سی'' کا اجلاس بھی منعقد کیا؛ لیکن بہت محتاط الفاظ میں مذمتی بیان ہی صادر کر سکے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عالم اسلام کے حکمراں ہو یا عالم عرب کے وہ آپس میں متحد نہیں ہیں اور وہ قضیۂ فلسطین کو اپنا قضیہ نہیں سمجھتے ہیں؛ بل کہ اسے اہل فلسطین کا ذاتی اور نجی مسئلہ سمجھتے ہیں، فلسطین کا پڑوسی ملک مصر نے تو ایسی ایسی گھناؤنی حرکت کی کہ بجا طور پر اس کو اس حملہ میں اسرائیل کا حلیف گردانا جائے گا۔

آج غزہ پٹی میں قدم قدم پر لاشیں بکھری پڑی ہیں اور ہر تباہ و برباد گھر کے ملبے میں مردے بے گور و کفن پڑے ہوئے ہیں، اس موقع سے جہاں ناپاک اسرائیلی فوج نے انٹرنیشنل ریڈ کراس تنظیموں اور طبی امدادی ٹیموں و ایمبولینس گاڑیوں کو غزہ کے علاقے میں جانے کی اجازت نہیں دی، وہیں صہیونیت زدہ مصری صدر نے بھی غزہ سے ملی ہوئی مصر کی سرحد بند کروادی اور ایران کی طرف جارہی امداد کو بھی رکوا دیا اور ایران حکومت نے جو ماہر اطباء اور ہزار نرس پر مشتمل ایک ٹیم بھیجنے کا اعلان کیا تھا اس کی بھی مصری صدر نے اجازت نہیں دی، یہ ذلیل حرکت اس لیے کی جارہی ہے تاکہ غزہ پٹی میں زندہ بچے ہوئے افراد بھی بھوک و پیاس کی شدت اور زخموں کی تاب نہ لا کر دنیا سے چل بسیں اور پورے فلسطین پر محمود عباس کی الفتح کا قبضہ ہو جائے، مصری صدر کی اس حرکت نے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا ہے کہ وہ عملی طور پر اسرائیلی جارحیت میں ساتھ ساتھ ہیں اور حماس کا مزاحمت پسندانہ رویہ اس کو بالکل پسند نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ حملہ ایک بہت بڑی سازش کے تحت کیا گیا ہے، جس میں صرف مصری صدر ہی نہیں؛ بلکہ دوسرے عرب قائدین بھی برابر کے شریک ہیں، یہ حملہ اس غرض سے کیا اور کروایا گیا ہے (جیسا کہ اسرائیلی حکمراں نے بھی اعتراف کیا ہے) کہ حماس کے کنٹرول سے ''غزہ پٹی'' کو غصب کر کے محمود عباس جیسے منافق فلسطینی صدر کے حوالے پورا فلسطین کر دیا جائے، دراصل اس حملہ کے لیے عربی فوجوں کی خدمات لی جانے والی تھی تاکہ لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ ''حماس'' واقعی دہشت گرد جماعت ہے؛ لیکن مصلحت کے تحت عربی فوجوں کی خدمات سے گریز کیا گیا اور اسرائیل کو اس کی چھوٹ دی گئی کہ وہ ''حماس'' کو نیست نابود کر کے پورا فلسطین ''الفتح'' کے سپرد کر دے، بزدل عرب حکمراں قضیۂ فلسطین کے سلسلے میں حماس جیسی مخلص جماعت کو ختم کر کے امن و امان کے خواہاں ہیں، ہفتوں سے چل

رہی اس فضائی اور بری کارروائی کے بعد آج وہ عرب حکمراں جو مگر مچھ کا آنسوں بہا رہے ہیں، ان کو اس حملہ کی شدت میں شہریوں کی ہلاکت کا پہلے سے یہ اندازہ نہیں تھا، دوسرے یہ کہ عوام کا دباؤ بڑھ رہا ہے؛ لہٰذا آج وہ لوگ کچھ چیخ و پکار کررہے ہیں، تاکہ لوگ یہ سمجھ سکیں کہ یہ قائدین و حکام مسئلہ فلسطین اور فلسطینیوں کے حوالے سے بڑے فکرمند ہیں۔

وہ عرب حکمراں جو ''حماس'' جیسی وطن پرست اور فلسطینیوں کی نمائندہ جماعت کو ختم کرکے محمود عباس جیسے اسرائیلی ایجنٹ، بہائی مذہب، اسلام بیزار کے غدارانہ امن منصوبے اور منافقانہ کانفرنسوں کے پیچھے پڑے ہیں، انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا تاج و تخت اسی ''حماس'' کے رعب و دبدبہ اور کارہائے نمایاں کی وجہ سے باقی ہے؛ ورنہ کب کا کب ''عظیم اسرائیل'' کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا ہوتا اور جو بھی اس خطے میں باقی بچتا اسے جانوروں سے بدترین زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا۔

حسنی مبارک نے، قاہرہ میں منعقد ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں حماس کارکنوں سے کہا کہ وہ اسرائیلی حملہ کا جواب نہ دیں اور صبر وتحمل سے کام لیں یعنی اس کے ٹنوں وزنی بم کے جواب میں حماس کے جیالے ایک معمولی سا راکٹ بھی نہ داغیں، اسرائیلی صہیونیوں کو اس بات کی کھلی اجازت دیدے کہ وہ قدس واقصی کی مبارک سرزمین پر کھلے عام ننگا ناچ کرے، اہل غزہ کا محاصرہ کرکے ضروریات زندگی سے بھی محروم کردے اور اسرائیلی درندے کے دل ودماغ میں جو آئے کرے، حسنی مبارک کا یہ بیان اسرائیل اور امریکہ کے لیے بڑا مبارک رہا اور اس نے اس ہفتوں کی کارروائی میں جو کچھ کیا اور کررہا ہے وہ سب حسنی مبارک کے اسی بیان کے بعد شروع ہوا ہے، صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنے کی نصیحت کرنے والے بزدل مصری صدر کو پہلے یہ سوچ لینا چاہیے تھا کہ وہ حماس کارکنان کو صبر کی نصیحت کیوں کررہے ہیں، کیا اس لیے کہ حماس طاقت وقوت میں اسرائیل سے کم ہے؟ حماس کی پشت پر کوئی نہیں یا پھر حماس اسرائیل کی طرح ایٹمی ہتھیار سے مسلح نہیں؟ اگر یہی بات ہے تو مصری صدر کو یہ جان لینا چاہیے کہ حماس کے اراکین اس کی طرح ضعیف الایمان اور ضعیف العقیدہ نہیں ہیں؛ بلکہ وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ ظالموں کو چھوٹ دینا بھی ظلم ہے، حماس کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ جس محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں، انہوں نے صرف ۳۱۳/افراد پر مشتمل لشکر کے ساتھ اپنے وقت کے فرعون و اسرائیل یعنی کفار مکہ سے جنگ کی اور وہ فتح یاب رہے، یہ واقعہ بھی تاریخ اسلام کا ایک عظیم حصہ ہے کہ نواسہء رسول حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ۷۲/رفقاء کے ساتھ تیس ہزار افراد پر مشتمل فوج سے بر سر پیکار ہوکر جام شہادت نوش فرمایا اور یہ اہل دنیا اور خاص طور حسنی مبارک اور موجودہ دور کے عرب حکمرانوں کو یہ بتلا گئے کہ ظالم کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہی ایمان کا عین تقاضا ہے اور اس کے سامنے جھکنا اور سر تسلیم خم کرلینا غیرتِ ایمانی کے خلاف ہے۔

خیر اسرائیل اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے امریکی ڈالر اور اپنی ناپاک فوجوں کے ساتھ غزہ کی گلی گلی میں بمباری کررہا ہے اور حماس کو پورے طور پر ناکارہ بنانے کی پوری کوشش کررہا ہے، غزہ پٹی میں ہر طرف لاشوں کا ڈھیر نظر آرہا ہے جن کے کفن ودفن کے لیے وہاں کی زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی ہے، اسپتالوں اور شفاء خانوں میں مریضوں کی اتنی تعداد ہوگئی ہے کہ ان کے لیے نہ ہی دوا کا انتظام وانصرام ہے اور نہ دیکھ ریکھ کے لیے آدمی دست یاب ہیں، ان تمام مشکلات کے باوجود جن لوگوں کو کچھ کرنا چاہیے وہ لوگ خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں؛ جب کہ وینزویلا کے حوصلہ مند صدر ہوگو شاویز نے یہ ثابت کردیا کہ وہ انسانیت نواز ہیں، اس کے سامنے دہشت گرد جارج بش ہو یا ہٹ دھرم ایہود اولمرٹ سب بکری کے بچے کی مانند ہیں اور وہ کسی سے بھی خائف نہیں ہے؛ بلکہ جتنا اس کے پاور میں ہے وہ کرکے رہے گا؛ چنانچہ اس نے فلسطینیوں کی تباہی و بربادی کے غم میں اسرائیلی سفیر کو شہر بدر کردیا، جنگ سے متاثر فلسطینیوں کے

لیے امدادی سامان بھجوایا اور اسرائیل کو عالمی عدالت میں پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے، ہوگوشاویز کا یہ کارنامہ عرب اور مسلم حکمرانوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے، چاہے وہ لوگ محسوس کریں یا نہ کریں؛ لیکن عوام تو محسوس کر رہے ہیں۔

آج مسلم اور عرب ممالک اور خاص طور پر افغانستان، عراق اور فلسطین کے ساتھ امریکہ اور اسرائیل نے جو بھی اریل رویہ اپنایا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امریکہ و اسرائیل اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ عرب اور مسلم ممالک کے حکمرانوں میں آپس میں اتحاد و اتفاق نہیں ہے، وہ سب کے سب بزدل ہیں، ان میں شجاعت و بہادری کا فقدان ہے، وہ ہر ایک سے ڈرے اور سہمے رہنے والے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے، ان کمزوریوں کی وجہ سے آج امریکہ نے افغانستان و عراق کو غلام بنالیا ہے اور فلسطین میں محمود عباس جیسے ذوالوجہین کو اعتدال پسند ہونے کی سرٹیفیکیٹ تفویض کر رہا ہے، اگر مسلم اور عرب ممالک کے حکام اب بھی نہ جاگے تو ان کے لیے آنے والا دن بد سے بدتر ہوگا اور ان کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا، اس لیے یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ عرب اور مسلم ممالک کے حکام و قائدین جبن و بزدلی چھوڑ دیں اور ہمت و شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کریں، وہ دلوں سے خوف و ڈر نکال دیں اور اللہ کی خشیت و تقوی اپنے دلوں میں پیدا کریں، وہ آپس میں اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کریں، وہ آپسی اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر ایک دوسرے کو گلے لگانے میں سبقت کریں، قضیہ فلسطین کو پوری امت کا مسئلہ سمجھیں، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو ابھی بھی اسرائیل جیسی سیکڑوں بدبودار لاشوں کو درگور کر کے آرام وسکون کی سانس لے سکتے ہیں، ورنہ تو وہ دن دور نہیں کہ سارے مسلم ممالک کا حال افغانستان و عراق جیسا ہوگا اور ان کے حکمراں کو صدام حسین کی طرح پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جائے۔

بہر حال، جہاں تک فلسطین کا مسئلہ ہے، تو آج تک فلسطینیوں نے جتنے مصائب و آلام برداشت کیے ہیں، قید و بند کی مصیبتیں جھیلی ہیں اور جان و مال کا نذرانہ پیش کیا ہے، اب لوگوں کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ ان کے امتحان کا وقت ختم ہونا چاہتا ہے اور اللہ کی نصرت و مدد آنا چاہتی ہے، اس لیے فلسطینیوں کو گھبرانا نہیں چاہیے؛ بلکہ پوری قوتِ ایمانی کے ساتھ، فرعون وقت کے سامنے بغیر سرِ تسلیم خم کیے اپنے مقاصد اور اہداف کے حصول میں لگے رہنا چاہیے، اگر وہ ظاہری طور پر اس جنگ میں کامیاب نہیں بھی ہوتے تو بھی کامیاب ہیں؛ کیوں کہ انہیں شہادت جیسی مطلوب و مقصود چیز مل رہی ہے جو ایک سچے اور پکے مومن کی سب سے بڑی خواہش، آرزو اور تمنا ہوتی ہے۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

❁❁❁❁❁

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

❁ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

❁ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

❁ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

❁ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

مسائل وفقہ

آٹھویں قسط

امامت کے مسائل اور احکام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

تنہا عورتوں کی جماعت:

تنہا عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، اس لیے کہ عورتوں کی جماعت میں فعل حرام کا ارتکاب ہے اور وہ امام کا درمیان صف میں کھڑا ہونا ہے چنانچہ تنہا عورتوں کی جماعت اسی طرح مکروہ ہوگی جس طرح عریاں لوگوں کی جماعت، اس کے باوجود اگر عورتیں جماعت کریں تو امام صف کے درمیان میں کھڑا ہوگا، آگے بڑھ کر کھڑا نہیں ہوگا، اس لیے کہ حضرت عائشہؓ سے اس موقع پر یہی ثابت ہے (حضرت عائشہؓ کے اس فعل کو ابتداء اسلام پر محمول کیا جائے گا) اور عورت امام کے آگے بڑھ کر کھڑے ہونے میں بے پردگی بھی ہے۔

شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ ”عورتوں کے جماعت کرنے سے فعل حرام کا ارتکاب لازم آتا ہے“ یہ صراحتاً اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کی جماعت میں امام کا ترک تقدم حرام ہے، شارح نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے اور ”کافی“ میں اس کو مکروہ کہا ہے اور یہی درست بھی ہے، مراد اس سے کراہت تحریمی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے امامت کے وقت کبھی تقدم کو ترک نہیں فرمایا ہے، تقدم پر ہی پابندی فرمائی ہے، جو کہ وجوب کی متقاضی ہے، اور واجب کو ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے، گویا صاحب ہدایہ نے مجازاً اس کو حرام کہا ہے، پس مذکورہ بالا ہدایہ کی عبارت ”تنہا عورتوں کی جماعت مکروہ ہے“ سے مراد بھی مکروہ تحریمی ہی ہوگا، کیونکہ جب کوئی فعل خاص وجود میں آئے تو اس کا حکم لازماً وجود میں آئے گا۔

اسکے بعد صاحب ہدایہ نے عورتوں کی جماعت کو عریاں لوگوں کی جماعت سے تشبیہ دی ہے، اس تشبیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ مشبہ بہ بھی مکروہ ہے کیونکہ وجہ تشبیہ دونوں میں دو چیزوں میں سے کوئی ایک ضرور ہے، یا تو ترک تقدم جو کہ واجب ہے، یا پھر بے ستری جو عورت کے بے ستری سے بھی نسبتاً زیادہ ہے؛ کیونکہ جب عورت سر سے پیر تک پوری طرح کپڑوں میں ملبوس امامت کے لیے آگے بڑھتی ہے تب بھی کراہت اس کے حق میں ثابت سمجھی جاتی ہے، جب کہ بظاہر کوئی بے ستری نہیں ہوتی، تو ایسے عریاں شخص کے تقدم کی کراہت میں کلام ہوگا جس کی بے ستری بالکل نگاہوں کے سامنے آجائے، حالانکہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ جسم کے بعض حصہ کو وہ صف کے درمیان کھڑا ہو کر چھپالے۔

پھر عورت کی مذکورہ بالا ستر پوشی کے ساتھ امامت کے لیے آگے بڑھنے کی کراہت کا ثبوت محض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فعل سے ملتا ہے، جب کہ انہوں نے درمیان صف ہی میں کھڑے ہو کر امامت فرمائی تھی، یقیناً انہوں نے واجب تقدم کو کسی ایسے امر کی وجہ سے ترک کیا جو اس سے زیادہ واجب تھا کہ تقدم کے نتیجہ میں ان کے نمایاں ہونے پر قدرے بے ستری ہوگی یا نمایاں ہونے میں مردوں سے مشابہت ہوگی، یا کوئی اور وجہ رہی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

واضح رہے کہ نماز جنازہ میں عورتیں بلا کراہت جماعت کرسکتی ہیں، کیونکہ یہ ایک فرض ہے اور ترک تقدم محض مکروہ ہے، چنانچہ یہاں معاملہ کراہت کے ساتھ فرض کو بجالانے، یا ترک مکروہ کے ساتھ ترک فرض کے ارتکاب کا ہے، لہٰذا صورت اول یعنی کراہت کے ساتھ فرض

کو بجالانا ہی واجب ہوگا، البتہ دوسری نمازوں میں عورتوں کی نماز مکروہ ہی رہے گی؛ کیونکہ نماز جنازہ میں اگر عورتیں تنہا نماز پڑھیں گی تو لازماً کوئی ایک سب سے پہلے فارغ ہوجائیگی (اور فرض کفایہ ادا ہوجائے گا) پھر بقیہ تمام عورتوں کی نماز نفل ہو جائے گی اور نفل یہاں پڑھنا مکروہ ہے تو ایک کا فارغ ہونا باقی عورتوں کی فرض نماز کو فاسد کرنے کا سبب ہوگا، اس کی مثال اس امام کی سی ہوگی جو قعدۂ اخیرہ میں نہ بیٹھا ہو اور پانچویں رکعت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہو، پھر پانچویں رکعت کو سجدے سے مقید بھی کردیا ہو یعنی پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا ہو، جو کہ تمام مقتدیوں کی نماز کے فساد کا سبب ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ''اگر عورتیں جماعت کریں تو امام درمیان میں کھڑا ہوگا کیونکہ دو میں سے ایک فعل کا ارتکاب لازماً ہوگا، یا ترک تقدم یا بے ستری اور بے ستری کے مقابلہ میں ترک تقدم زیادہ آسان ہے، اگر تقدم ہی اختیار کرے تب بھی درست ہے، لیکن مذکورہ بالا تقریر کا مقتضاء یہ ہے کہ اس صورت میں گناہ گار ہوگی''۔

نیز صاحب ہدایہ کا فرمانا کہ '' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل ابتداء اسلام پر محمول کیا جائیگا'' سروجی فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی یہ بات محل نظر ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد مکرمہ مکرمہ میں ۱۳/سال قیام فرمایا جیسا کہ حضرات شیخین امام بخاریؒ وامام مسلمؒ نے نقل کیا ہے، پھر حضرت عائشہؓ سے نکاح فرمایا اور مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی جب کہ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۹/سال تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں وہ ۹/سال تک رہیں (بخاری ۴۷۳۹/ومسلم ۲۵۵۰) اور ظاہر ہے کہ انہوں نے امامت بلوغ کے بعد ہی فرمائی ہوگی، تو اس زمانے کی بات کو ابتداء اسلام پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے؛ لیکن ممکن ہے ابتداء اسلام سے مصنف کی مراد یہ ہو کہ اب یہ حکم منسوخ ہے اور حضرت عائشہؓ نے یہ فعل اس زمانے میں کیا جب کہ عورتیں جماعت میں حاضر ہوا کرتی تھیں، لیکن سروجی کے قول یعنی ابتداء اسلام سے مراد نسخ لینا اس میں بھی خلل ہے؛ کیونکہ مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اعلان کرواتی اور اقامت کہلواتی اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور صف کے بیچ میں کھڑی ہوتی تھیں، امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینے میں عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں اور ان کے بیچ میں کھڑی ہوتی تھیں، یہ بھی معلوم شدہ حقیقت ہے کہ تراویح کی جماعت مستقل طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ہوئی ہے، اس کے علاوہ ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے کہ ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عمیر انصاریہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ بدر پیش آیا تو ام ورقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ یارسول اللہ مجھے غزوہ میں اپنے ساتھ شرکت کی اجازت مرحمت فرمادیں، میں آپ کے زخمیوں کی تیمارداری کروں گی، ممکن ہے کہ اللہ تعالی مجھے شہادت مرحمت فرمادے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھر ہی پر رہو، اللہ تعالی تمہیں شہادت عطا فرمائیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ ان کو زندگی ہی میں لوگ شہید کہہ کر پکارتے تھے، وہ قرآن پڑھی ہوئی تھیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ ان کے لیے گھر ہی میں ایک مؤذن مقرر فرمادیں جو ان کے لیے اذان کہہ دیا کرے، راوی کا بیان ہے کہ ام ورقہ نے ایک غلام اور ایک باندی کو مدبر بنایا ہوا تھا، یعنی ان سے یہ عہد کیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو، ایک رات میں یہ غلام اور باندی چپکے سے اٹھے اور ام ورقہ ہی کی چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر ان کو مار ڈالا اور دونوں فرار ہوگئے، صبح کو جب خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں تشریف لائے تو اعلان فرمادیا کہ جس کو بھی ان دونوں کا علم ہو یا ان کو کہیں پر دیکھا ہو وہ ان کو پکڑ لائے، چنانچہ ان کو پکڑ لیا گیا اور دونوں کو سولی دے دی گئی، مدینہ طیبہ میں یہ دونوں سب سے پہلے تختہ دار پر چڑھائے گئے، پھر امام ابوداؤد نے ولید بن جمیع کے حوالے سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن خلاد کے حوالے سے ام ورقہ سے نقل کیا جس

کے بعض الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقہ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لیے ایک مؤذن بھی مقرر فرمادیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھر کے افراد کی امامت کیا کریں، راوی عبدالرحمٰن بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ام ورقہ کے مؤذن کو دیکھا، بہت ہی بوڑھے تھے (ابوداؤد حدیث نمبر ۵۰۰) مذکورہ بالا تمام روایات نسخ کے ثبوت کی نفی کرتی ہیں (جو کہ سروجی نے ابتداء اسلام کے الفاظ سے مراد لیا ہے)۔

مذکورہ بالا احادیث میں آخری حدیث کے دونوں راویوں ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خلاد، کے بارے میں یحیٰ بن قطان فرماتے ہیں کہ یہ دونوں مجہول ہیں، لیکن ابن حبان نے ان دونوں ہی کو ثقات میں ذکر کیا ہے، ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا مواظبت علی امامۃ النساء سے مراد منسوخ ہونے سے پہلے مواظبت ہے، نیز ابراہیم نخعی کی روایت کہ حضرت عائشہؓ رمضان میں عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں، ضروری نہیں کہ تراویح کی امامت کرتی ہونگی اور ابوداؤد کی یہ روایت کہ ’’حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ کے لیے ایک مؤذن مقرر فرمایا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھر کے افراد کی امامت کیا کرے‘‘ اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ مستقل نبی کریم صلی اللہ عیہ وسلم کی وفات تک امامت کرتی رہی ہونگی، اس کے علاوہ ایک روایت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عورت ہی عورتوں کی امامت کریگی اور ان کے بیچ میں کھڑی ہوگی، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے حضرت ابن عباسؓ کو اس بات کا علم نہ ہوا ہو کہ اب بھی عورتوں کی جماعت مشروع ہے، کیونکہ اس روایت کے الفاظ سے مراد عورتوں کے جماعت کر ہی لینے کی صورت میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کا تعین بھی ہوسکتا ہے، اور یہ بھی امکان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ناسخ کا علم نہ ہوا ہو، اب بحث صرف اس پر رہ جاتی ہے کہ دعوۂ نسخ کے بعد ناسخ کا تعین ہو، کیونکہ دعوی کے بعد دلیل ناگزیر ہوتی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ دلیل نسخ کے طور پر سوائے ابوداؤد اور صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت کے کوئی دوسری روایت متحقق نہیں ہوسکتی ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں، عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا بمقابلہ اپنی حویلی کے افضل ہے اور کوٹھری میں نماز پڑھنا بمقابلہ گھر کے زیادہ افضل ہے، ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالی کے یہاں عورت کی سب سے محبوب نماز وہ ہے جو گھر کے نہایت تاریک مقام پر پڑھی جائے، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی ایک روایت میں ہے ’’ذات باری تعالی سے عورت سب سے زیادہ قریب اس حال میں ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے بالکل اندرون میں ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ گھر کی کوٹھری میں جماعت ممکن نہیں، اسی طرح گھر کا بالکل اندرون اور انتہائی تاریک گوشہ جماعت کو حاوی نہیں ہوسکتا (ان جوابات کے بعد صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں) اگر ان روایات کو دلیل نسخ تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی یہ محض سنت کے منسوخ ہونے کی دلیل بن سکتی ہے اور ترک سنت مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے، اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب خلاف اولی ہوتا ہے اور ہم پر یہ ضروری نہیں کہ اس کو اختیار کریں اصل مقصد اتباع حق ہے، وہ جدھر بھی ثابت ہوا اتباع کی جائیگی۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۰۷ رجلد ۱)

صاحب ’’کفایہ‘‘ ہدایہ کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ’’صاحب ہدایہ کا یہ قول کہ تنہا عورتوں کی جماعت سے فعل حرام کا ارتکاب لازم آتا ہے، فعل حرام سے مراد یا تو بے ستری ہے جس کی حرمت قرآن کی نص سے ظاہر ہے ارشاد باری ہے ”ولا یبدین زینتھن إلاماظھر منھا“ (النور آیت ۳۱) اور عورتیں اپنے مقامات زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے ان مقامات کے جو ضرورۃً ظاہر ہوتے ہیں یا پھر امام کا ترک قیام لازم آتا ہے یہ بھی حرام ہے؛ کیونکہ یہ ترک سنت ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہے اور نہ صحابہؓ نے اس پر عمل کیا ہے۔

پھر صاحب ہدایہ کا قول ’’عورتوں کے جماعت کرنے کی مثال عریاں لوگوں کی جماعت کی سی ہے‘‘ شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ اگر

عریاں لوگوں پر مشتمل ایک جماعت ہو تو وہ لوگ تنہا اور بیٹھ کر نماز پڑھیں گے، افعال کو اشارہ سے ادا کریں گے، جماعت نہیں کریں گے، کیونکہ یہ لوگ فعل مکروہ کے بغیر جماعت قائم نہیں کر سکتے اس لیے کہ اگر یہ جماعت کریں گے تو ان کا امام مجبور ہوگا کہ درمیان صف میں کھڑا ہو، تا کہ سترعورت پر دوسروں کی نگاہ نہ پڑ سکے اور درمیان صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور جماعت سنت ہے، لہٰذا ترک سنت کا ارتکاب بہتر ہے مکروہ کے ارتکاب سے یہ احناف کا مسلک ہے، حضرت حسن بصریؒ کے یہاں یہ لوگ جماعت سے نماز ادا کریں گے کیونکہ یہ امر مکروہ سے بچ سکتے ہیں کہ امام صف سے آگے کھڑا ہو اور بقیہ حضرات اپنی نگاہیں امام کے ستر سے نیچے رکھیں۔ (کفایہ صفحہ ۳۰۷ رجلد ۱)

ماہنامہ نقوش اسلام کی

تیسری سال گرہ پر

ہم تمام کارکنان کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

محمد طیب قاسمی

ادارہ پیغام محمود دیوبند

دوکان نمبر ۳ رمدنی مارکیٹ، نزد مسجد رشید، دارالعلوم دیوبند، سہارنپور

دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی اور فکری ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

کے تین سال پورے ہونے پر

ہم اراکین ادارہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں

عبدالمتین مظاہری

مرحبا ٹریولس، صابری کا باغ، سہارنپور (یوپی)

قارئین کے دلوں کی دھڑکن

اوران کے تخیل کی پرواز

ماہنامہ ''نقوش اسلام''

کو اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائیں۔

ظہورالدین قاسمی

مہتمم جامعہ عربیہ اسلامیہ قاسم العلوم

وویکا نند پوری، سرائے روہیلہ دہلی نمبر ۷

انکشافات

مردہ جسموں کو محفوظ کرو! ہم عنقریب دوبارہ زندہ کریں گے

ایک حقیقت یا سراب؟

مولانا محمد حذیفہ غلام محمد وستانوی، استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اللہ رب العزت نے انسان کو روح اور مادہ یعنی جسم سے مرکب پیدا کیا اور دنیا کو دار العمل والاختیار اور فانی، اور آخرت کو دار الجزاء و السزا اور ابدی بنایا، ساتھ ہی انسان کو اختیار خیر وشر کا ملکہ عطا کیا، اور اسی اختیار پر آئندہ اس کی کامیابی و ناکامی کو موقوف رکھا، اگر وہ صرف مادہ پر محنت کرتا ہے اور اصلاح باطن سے روگردانی اختیار کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعث ہلاکت ہے، قرآن کہتا ہے "وقد خاب من دساھا" جس شخص نے باطن کو بگاڑ دیا وہ برباد ہو گیا اور اگر تزکیہ نفس کرتا رہا تو یہ اس کے لیے باعث نجات ہے، قرآن کہتا ہے "قد افلح من زکھا" کامیاب ہو گیا وہ جس نے تزکیۂ نفس کیا، اسی لیے پیر ذوالفقار نقشبندی فرماتے ہیں کہ "تزکیہ نفس کے بغیر جنت میں دخول ممکن نہیں، کیوں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جہنم سے گنہ گار کو نکالا جائے گا اور ایک نہر میں غوطہ دیا جائے گا جس سے دل اور نفس کی تمام برائیاں ختم ہو جائیں گی اور ویسے بھی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ مؤمن عاصی کو جہنم میں تزکیۂ کے لیے ہی ڈالا جائے گا"۔

مگر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ "صنعتی انقلاب" کے بعد "مغرب" اور "یورپ" نے انسان کو "مادیت" کے دلدل میں پھنسا دیا ہے، اور مسلسل صدیوں سے یہی کوشش ہو رہی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ "مادہ" ہی سب کچھ ہے، اسی لیے انہوں نے اللہ کے وجود کا انکار سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، اور ساتھ ہی سارٹر جیسے ملحد سائنس داں نے مادہ اور دنیا کے لافانی اور ابدی ہونے کو بھی بے تکے دلائل سے ثابت کیا ہے، گویا یہ کائنات خود بخود بنی ہے اور ہمیشہ رہے گی، ختم نہ ہوگی، یہ اکثر مغربی سائنس دانوں کا رجحان ہے، البتہ بعض معدودے چند ایسے سائنس داں بھی ہیں جو اِن باتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور دنیا کے آغاز اور فنا ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں، اگرچہ وہ غیر مسلم ہیں، مگر ہمارے بعض (بے جا) وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنے والوں نے انہیں "مؤمن سائنس داں" کا لقب دینے کی جسارت کی ہے جو صحیح نہیں ہے، جب تک ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مظاہرہ ان کی جانب سے نہ ہو ہم انہیں "مؤمن سائنس داں" نہیں کہہ سکتے۔

اس تمہید کے بعد آیئے ہم اصل موضوع کی طرف رُخ کرتے ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ ایک عرصہ پہلے "اردو ٹائمز" میں سائنس پر ایک مضمون پڑھا تھا، جس میں یہ موازنہ کیا گیا تھا کہ سائنس اور قدرت کا تقابل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس میں مختلف سائنس دانوں کے نظریات بیان کیے گئے تھے، بعض سائنس داں کا کہنا تھا کہ قدرت کا مقابلہ سائنس نہیں کر سکتی، اور بعض کا کہنا تھا کہ سائنس قدرت کا مقابلہ ہی نہیں، بلکہ اس کو پچھاڑ بھی سکتی ہے (العیاذ باللہ) بندہ کو اس دوسرے گروہ اور طائفہ پر بڑی حیرت ہوئی کہ عجیب عقل کے مارے ہوئے ہیں یہ سائنس داں، جو تحقیق اور ریسرچ اسکالر اور اپنے ذہین وفطین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جب کہ ان کو اتنی موٹی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کہاں لامحدود قدرت الٰہی اور کہاں محدود در محدود عقل

انسانی یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ محدود، غیر محدود کا مقابلہ کرسکے؟ تب میری سمجھ میں آیا کہ قرآن جو غیروں کو کبھی ''سفہاء'' کہتا ہے، کبھی ''میت اور موتی'' کہتا ہے، کبھی ''اعمی اصم اور ابکم'' کہتا ہے، کبھی ''لا یعقلون'' کبھی ''لا یعلمون، لا یبصرون، لا یسمعون'' کہتا ہے، بالکل صحیح اور درست کہتا ہے، واقعتاً ان کا یہی حال ہے، ایک مدت تک میں سمجھا ان کا دعویٰ محض دعویٰ، مگر جب اس ماہ (یعنی ذوالحجہ) عربی مجلّہ ''المجتمع'' ہاتھ لگا تو میری حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی؛ کیونکہ اس میں تین مضامین یکے بعد دیگرے، پے در پے ایک ہی موضوع پر تھے اور وہ موضوع کیا ''کریونیکس'' یعنی انسانی مردہ بدن کو اس غرض سے محفوظ رکھنا کہ وہ دوبارہ سائنس دانوں کی کوشش سے دنیا ہی میں زندہ کیا جاسکے گا۔

گویا سارتر کے نظریۂ ابدی کو عملی طور پر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے، بندہ نے ''المجتمع'' اور اس کے علاوہ چند دیگر ویب سائٹوں سے اس موضوع پر مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے، امید ہے کہ اسلامی ''نظریہ فناء دنیا کا تیقن'' اور سائنسی ''نظریہ ابدیت مادہ'' کی تردید اور تغلیط کی اس کے ذریعہ ممکن ہوسکے گی۔

علمی ترقی انسان کا فطری تقاضا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اللہ رب العزت نے جب سے وجود بخشا ہے تب ہی سے علم کو اس کی طبیعت کا ایک لازمی عنصر بنا دیا ہے، یہ عجیب امر ہے کہ قرآن کے بیانِ صادق کے مطابق اللہ نے جب اسے پیدا کیا، تو پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلے اسے علم سے وابستہ کیا؛ کیوں کہ علم ہی وہ جوہر تھا جس سے خیر اور شر کے درمیان تمیز کا ملکہ پیدا ہوتا اور علم بھی اللہ نے خود معلم بن کر سکھایا، اب ذرا غور کیجیے جس انسان کا سب سے پہلا معلم اور استاد خود اس کا خالق و مالک جو حکیم وعلیم، خبیر وبصیر، معبود برحق اللہ جل جلالہٗ ہو، اس کو علم سے کیسا شغف اور تعلق ہوگا، اسی علم الٰہی کی برکت ہے کہ ہزاروں سالوں کے بعد بھی آج انسان کے ایک طبقہ میں خیر اور شر کے درمیان حق و باطل کے مابین امتیاز کا وصف موجود ہے، علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ نے رہنے سہنے، کھانے پینے اور نکاح بیاہ، سب کا انتظام علم سکھانے کے بعد کیا اور اسی علم کی وجہ سے مسجود ملائکہ اور اشرف الخلائق کا رتبہ عطا کیا، مگر یہ سوچنا چاہئے کہ آخر کیوں اتنا بڑا رتبہ اور اتنی بڑی اہمیت علم کو دی گئی؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ وہ شر کو چھوڑ کر خیر کو اختیار کرے، کیوں کہ اللہ خیر اور حق کو پسند کرنے والا ہے، گویا وہ اسی علم الٰہی کی وجہ سے وصول الی اللہ جیسی عظیم نعمت سے مالا مال ہوجائے، جو انسانی زندگی کا مقصد اور منتہیٰ ہے، لہٰذا انسان کو علم اس لیے سیکھنا چاہئے کہ وہ اللہ تک رسائی حاصل کرلے، نہ اس لیے کہ (العیاذ باللہ) وہ اللہ کو اپنا مدِ مقابل بنا کر اس کی لامحدود قدرت کے مقابلہ پر اتر آئے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ حماقت ہے، اور جس چیز کو علم کا نام دے کر وہ ایسا کررہا ہے، وہ علم نہیں جہل ہے، مگر عقل سے کورا ہونے کی وجہ سے وہ اسی جہل کو علم تصور کرتا ہے، علم جدید (سائنس) جو درحقیقت فن جدید کہے جانے کا صحیح مصداق ہے، وہ اس وقت اسی دہانے پر کھڑا ہوا ہے، جس کی بین اور واضح بے شمار مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں ان میں سے ایک ''کریونیکس Cryonics'' ہے، جس کو ہم نے موضوع بحث بنایا ہے، تو آئیے ہم جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

''کریونیکس'' کیا ہے؟

''کریونیکس'' کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ اس کو بیان کرنے سے پہلے ہمیں ''کریونیکس'' کو سمجھنا ہوگا، کیوں کہ شریعت کسی بھی چیز کا بلا تحقیق حکم مسلط نہیں کرتی ہے، بلکہ پہلے اس کی پوری حقیقت کا بغور مطالعہ کرتی ہے، اس کے بعد دنیا و آخرت میں اس کے کیا نتائج اور مصالح و مفاسد مرتب ہوتے ہیں اس کا معائنہ کرتی ہے، افراد اور معاشرہ دونوں کے لیے وہ چیز کس حد تک مفید اور کس حد تک مضر ہے، غرضیکہ اس کے تمام مالہ و ما علیہ کو بغور معلوم کرلینے کے بعد کوئی حکم مرتب کرتی ہے، یہ چیز جائز ہونی چاہئے یا ناجائز۔

سائنس سیاست اور قلم سازوں کا باہمی تعاون:

ایک مدت سے ایک عجیب بات منظر عام پر آرہی ہے، وہ یہ کہ اہل

سیاست اور اہل سائنس کسی چیز کو سیاسی یا سائنسی میدان میں پردہ پر لانے سے پہلے اس کی کہانی بنا کر اس پر فلم بناتے ہیں، اور پھر اس فلمی پردہ پر اس کی قبولیت کے بعد اسے حقیقی صورت دینے کی کوشش کرتے ہیں، نائن الیون کے واقعہ میں بھی یہی کچھ ہوا (جس کی تفصیلات آپ نذر الحفیظ ندوی کی مقبول کتاب کے نئے ایڈیشن میں پڑھ چکے ہیں) اب ''کریونیکس'' کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے، اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے ''فتنہ ساز'' ادارے اور کمپنیاں کتنی چابک دستی اور مکاری کے ساتھ فکرِ انسانی پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، گویا ان کا اصل ہدف انسانی قوت فکر، اور انسانی قوت عقل پر غالب آ کر اس پر تادیر مسلط رہنا اور ساتھ ساتھ یہ بھی تاثر دینا ہے کہ ہم اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ موہوم اور خیالی چیزوں کو بھی حقیقت میں بدل سکتے ہیں، لہٰذا اب انسانوں کو ہماری ہی بات تسلیم کرنی چاہئے، اور سب سے بیزار ہو جانا چاہئے۔

''دیمۃ الجابر'' اپنے عربی مضمون ''کریونیکس'' میں تحریر کرتی ہے کہ ''ایک مدت پہلے ہم نے امریکی قلم کار ''جاک لندن'' کی تحریر کردہ ایک کہانی کا مطالعہ کیا تھا جس کا عنوان تھا ''آلاف المیتات'' (A thousand Deaths) یعنی ہزاروں مردے، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک باپ جو علم الحیات کا ماہر ہوتا ہے، اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ مردہ کو زندہ کرے، گویا وہ اپنے ہی بیٹے پر یہ تجربہ کرتا ہے کہ کبھی اس کو زہر دے کر موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، پھر اسے زندہ کرتا ہے، کبھی گلا گھونٹ کر مار دیتا ہے، پھر اسے زندہ کرتا ہے، اور زندہ کرنے کے لیے اس کو مارنے کے بعد اس کے جسم کو محفوظ رکھنے کی خاطر برودت میں جمانے کے لیے رکھ دیتا اور پھر کیمیائی مواد کو مرکب کر کے اس تجمید شدہ جسم کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے تجربہ کرتا اور اس طرح وہ زندہ ہو جاتا، گویا مکمل موت کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہو جاتا، پھر قصہ اس بات پر ختم ہو جاتا کہ کس طرح بیٹا اس کے باپ اور اس کے معاونین سے کسی طرح خلاصی حاصل کر کے راہ فرار اختیار کر لیتا، جب میں نے اس کہانی کو پڑھا تھا، اس وقت میرے خواب خیال میں بھی نہ تھا کہ دنیا میں اس مفروضہ کہانی کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے بے جا جسارت کی جائے گی، کیوں کہ میں مسلمان ہوں، میرا عقیدہ ہے ''موت'' ایک حقیقت ہے اور موت کے بعد انسان کی روح یا تو جنت میں چلی جاتی ہے، یا جہنم میں، گویا وہ مکمل طور پر محبوس ہو جاتی ہے، اس کا اعادہ اللہ کے علاوہ کسی کے لیے ممکن نہیں، کیوں کہ وہ زندگی کے مرحلہ ثانی یعنی برزخ میں پہنچ جاتی ہے، قرآن کا صاف اعلان ہے "حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انھا کلمۃ ھو قائلھا و من ورائھم برزخ الی یوم یبعثون" (سورۃ المؤمنون) ''یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آ پہنچے گی تو وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے، تاکہ میں نیکی کر کے آؤں جس کو میں نے پہلے فراموش کر دیا تھا (جواب ملے گا) ہرگز یہ آرزو پوری نہ ہو سکے گی، اس کا یہ قول صدا بصحراء ثابت ہوگا، اور ان کے لیے حیاتِ دنیوی کے بعد حیات برزخ ہوگی، قیامت کے دن تک'' یہ آیت کریمہ مسلمانوں کو درس دے رہی ہے کہ انسان زندگی کے تین مراحل سے گذرے گا، حیات دنیا، ولادت سے موت تک، حیات برزخ، موت سے قیام قیامت تک اور حیات آخرت یوم الحساب سے ابدالآباد تک کے لیے، عجب نہیں اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ سے مسلمانوں کو پہلے ہی اس بات پر متنبہ کر دیا ہو کہ کوئی کیسا ہی دعویٰ کیوں نہ کرے؟ یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا میں موت کے بعد انسان یا کسی بھی حیوان کو زندہ کیا جا سکے، تم اس کے موہوم دعویٰ پر کبھی بھروسہ اور اعتماد نہ کرنا، بلکہ اللہ ہی کے دعویٰ پر اعتماد اور یقین رکھنا، اگر تم اس کی کتاب اور اس کے معبود برحق ہونے کا ایمان رکھتے ہو، بہر حال سائنس دانوں کے اس دعویٰ موہومہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے دنیا میں یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے کہ انسانوں اور جانوروں کے مردہ جسموں کو اعادہ حیات کی امید پر ''کریونیکس (Cryonics)'' کیا جا رہا ہے۔

''کریونیکس'' ایک تعارف:

''کریونیکس'': یہ ایک سائنسی اصطلاح ہے، آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے صفحہ ۳۱۷ پر ہے: Cryonics کہا جاتا ہے

'' Process of freesing a body at the momnet of its death with the hop that it will be broutht back to life at same future time. P317''۔

مستقبل قریب میں اعادہ حیات کی امید پر موت کے بعد بدن اور جسم کو منجمد کرنے کے لیے کولنگ یعنی ٹھنڈک میں رکھ دینا۔

سائنس دانوں نے یہ تجربہ کیا کہ جب کسی چیز کو شدید برودت میں رکھا جائے تو وہ گلنے اور سڑنے سے محفوظ ہو جاتی ہے، اسی تجربہ کے نتیجہ میں ''سلاجہ'' یعنی فریج ایجاد کیا گیا، اب اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے کہ انسانی لاشوں اور حیوان کی مفقود ہونے والی انواع کو بھی بڑے بڑے کولڈ سینٹروں میں، مختلف کیمیائی مادوں کے سہارے محفوظ کیا جائے اور اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی جائے، دوسری جانب یہ بات بھی قابل تعجب ہے کہ خود اس فن کے ماہرین اس بات کا اعتراف بھی کر رہے ہیں کہ یہ بات قطعی اور یقینی نہیں ہے کہ ہم مردار کو زندہ کرنے پر قادر ہو ہی جائیں گے، اور اگر بالفرض قادر ہو بھی گئے تو اس بات کی بھی کوئی یقین دہانی اور گارنٹی نہیں کہ یہ محفوظ اجسام پہلے کی طرح حرکت اور کام کاج پر قادر ہو سکیں گے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ طویل عرصہ گذر جانے کی صورت میں کمزوری اور بڑھاپے کا مزید شدت سے احساس ہو، مزید برآں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زندہ ہونے کے بعد انسانی معاشرے سے نفور بھی اختیار کرلے، یا انسانوں اور اپنے ہم جنسوں سے بالکلیہ ہی ناطہ توڑ لے، مگر یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو سائنس اس کا بھی علاج تلاش کر کے اس کے بڑھاپے کو جوانی سے تبدیل کر دے گی، اور اس کو ایسا محفوظ و مامون کر دے گی کہ کوئی بیماری ہی لاحق نہ ہونے پائے گی، تو علاج کا تو سوال ہی کہاں پیدا ہوگا۔

اس مذکورہ بالا پیراگراف پر اگر آپ غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ سب متضاد دعوے محض وہم اور اٹکل ہیں، جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں، قرآن نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ''ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئـا'' یہ لوگ محض اٹکل کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اٹکل اور ظن حق تک رسائی میں ذرہ برابر مددگار ثابت نہیں ہوتا اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ آج تک کوئی وہمی نظریہ اپنی حقانیت کو ثابت نہیں کر سکا، بلکہ اگر آپ قرآن کی روشنی میں ماضی بعید کے متمردین میں ''فرعون'' کے دعویٰ کو پڑھیں گے، تو آج کے ان گمراہ سائنس دانوں اور اس میں مماثلت پائیں گے، کیوں کہ ایک طرف وہاں بھی موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے یہی اعلان حق کیا تھا، کہ میں رب العالمین الٰہ واحد کو اپنا معبود جانتا ہوں، تو فرعون نے کہا تھا کہ اے ہامان! اونچی تعمیر کھڑی کرو تا کہ میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر (العیاذ باللہ) اس کا مقابلہ کر سکوں، اور ادھر قرآن بھی چودہ سو سال سے اسی اعلان برحق کی صدائیں لگا رہا ہے، قرآن حقائق کو بیان کرتا ہے، ان گمراہ سائنس دانوں کی طرح ظنیات کو نہیں بیان کرتا، قرآن نے فرعون کے واقعہ اور خاص طور پر واقعہ کے اس جزء کو اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے، شاید وہ اسی لیے ہو، کہ فرعونیت کی مثالیں جس طرح کسی زمانہ میں مصری تہذیب کا جزء رہی ہے، نام اور اسلوب بدل کر مادی ترقی کے دور میں بھی اس کا ظہور ہونے والا ہے جس کے نتیجہ میں مغربی تہذیب کی یہ چیزیں جزء بننے والا، اسی لیے پہلے ہی سے قرآن نے اس کے جوابات ماضی کے واقعات کی روشنی میں بیان کر دیئے اور ساتھ ہی نتائج بھی، تا کہ ہم مسلمانوں کو ہر وقت اس پر تنبیہ ہوتی رہے، اور ہم اس طرح کے کسی بھی پروپیگنڈہ سے متأثر نہ ہو سکیں۔

آلکور تنظیم اور ''کریونیکس'':

امریکہ کی ''اُریزونا'' ولایت میں ''سکوتسدیل'' شہر میں ایک ''آلکور'' نامی کمپنی ہے، جس کی تاسیس ۱۹۷۲ء میں عمل میں آئی جو

''تجمید'' کے لیے مشہور ومعروف ہے، اس کا خود اپنے بارے میں یہ کہنا ہے کہ ہمارا ادارہ اور تنظیم انسانی زندگی کی حفاظت کے لیے بغیر نفع کے کام انجام دے رہا ہے، اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر چہ وہ اس پوزیشن میں نہیں کہ مردہ زندہ کردے مگر موت کے بعد انسانی جسموں کے خلا کو باقی رکھنے اور اس کی حفاظت میں لگا ہوا ہے، اسی لیے اس ادارے میں کام کرنے والا اسٹاف، مردہ جسموں کو لاش کہنے کے لیے رضا مند نہیں، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مریض اور بیمار لوگ ہیں، گویا موت کی وجہ ان کی زندگی کچھ وقت کے لیے رک گئی ہے (اس کے زعم باطل کے مطابق) وہ کبھی نہ کبھی زندہ کئے جائیں گے، حیرت انگیز بات تو یہ کہ ہر لاش کے لیے جوان کی کمپنی میں رکھی جاتی ہے، ایک فائل ہوتی ہے، جس میں اس کے خطوط اور رسائل کو محفوظ کیا جاتا ہے، تاکہ زندہ ہونے کے بعد اسے پڑھ سکے۔

''کریونیکس'' کی صورتیں:

''کریونیکس'' ایک سائنسی اصطلاح ہو چکی ہے، لہٰذا ہم نے بھی اس کو ویسا ہی استعمال کیا ہے کیوں کہ آکسفورڈ ڈکشنری میں، ''کریونیکس'' کی اصطلاح بیان کرنے کے بعد اس کے آگے تحریر کیا ہے کہ (Noun) یہ نام ہے ''کریونیکس'' کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) پورے جسم اور بدن کو ''کریونیکس'' کیا جاتا ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ صرف سر اور دماغ کو ''کریونیکس'' کیا جاتا ہے، اس لیے کہ سائنس دانوں کے بیان کے مطابق ''اصل عضو رئیسی'' سر اور دماغ ہے، اگر وہ محفوظ ہو جائے اور آئندہ اگر یہ ممکن ہو سکے کہ مردہ زندہ ہو جائے، تو بعد میں دیگر اعضاء کا بنانا آسان ہو جائے گا، گویا ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جب ناممکن یعنی موت کے بعد حیات ممکن ہو جائے گی، تو اس کے بعد جسم بنانا کوئی بڑی بات نہیں، گویا اعلیٰ پر قدرت کی صورت میں ادنیٰ پر قدرت بدرجہ اولیٰ آسان ہو جائے گی، مگر ان کے اس دعویٰ پر بھی تعجب کہ وہ ہزار کوشش اور محنت کے باوجود اب تک اصل اعضاء کی طرح اعضاء ہی نہیں بنا سکے، تو کیا وہ موت کے بعد دوبارہ حیات کے اعادہ پر قادر ہو سکیں گے؟

''الا انهم هم السفهاء و لكنهم لا يعلمون''۔

''کریونیکس'' کے مراحل:

(۱) تثبیت (Stabilization) اس عمل کو کہا جاتا ہے جس میں میت کی بوڈی کو سب سے پہلے ایسے کمرے میں رکھا جاتا ہے جس میں برف ہی برف ہوتا ہے تاکہ اس کو دوسرے آلات وغیرہ لگائے جانے سے پہلے، سڑن سے بچایا جا سکے، گویا یہ تمہیدی عمل ہوتا ہے۔

(۲) نقل (Transportazation) تثبیتی عمل کے بعد مردہ کے جسم کو ایسے کمرے میں منتقل کیا جاتا ہے جہاں اس پر ''تجمیدی عمل کا اجراء'' کیا جا سکے اور اس کے لیے اسپتال کو حکومت کی جانب سے اجازت نامہ لینا ضروری ہوتا ہے، امریکہ میں بہت سی اسپتالوں کے پاس یہ لائسنس یعنی اجازت نامے پائے جاتے ہیں۔

(۳) کیمیائی مواد کا الحاق (CryoprotectantsProfuision) تجمیدی عمل کے مکمل ہونے کے بعد اس کے دماغ اور جسم کو طویل مدت تک باقی رکھنے کے لیے ایسا کیمیائی مواد اس کے بدن اور دماغ میں بھر دیا جاتا ہے جس سے وہ کسی طرح کی خرابی سے دوچار نہ ہونے پائے اور پھر کچھ مدت اس پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے کہ کہیں مواد کے الحاق کے بعد بھی کوئی تبدیلی تو واقع نہیں ہو رہی ہے؟ تاکہ تبدیلی کی صورت میں کوئی اور کیمیائی مواد کو شامل کیا جائے۔

(۴) تبرید (Cooling) کیمیائی مواد کے الحاق کے بعد دو ہفتے کے لیے اُسے بالکل بارد اور ٹھنڈے کمرے میں رکھ دیا جاتا ہے جہاں ٹھنڈک صفر پوائنٹ ۱۹۶ ڈگری ہو۔

(۵) طویل الامد کیر (LongTermcare) اخیر میں جب ان تمام مراحل سے مردہ کے جسم کو گذار دیا جاتا ہے، تو سیال ٹیئر وجن کے کیمیائی مادہ سے بھرے ہوئے 'الموینیم' میں رکھ دیا جاتا ہے جس کی ٹھنڈک اور برودت 0.196 ڈگری ہوتی ہے اور اس میں اسے دراز رکھا جاتا ہے اور پھر اس کو بھاری بھرکم مخصوص صندوق نما میں رکھ دیا جاتا

ہے، وہ صندوق نما اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس میں چار مردہ جسموں کو آسانی کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے، پھر اس پر لوہے کی چادر کو تان کر اسے پیک کر دیا جاتا ہے اور اس سے یہ امید وابستہ کر دی جاتی ہے کہ ایک نہ ایک دن جب سائنس اور ٹیکنالوجی اس حد پر پہنچ جائے گی کہ وہ مردہ کو زندہ کر سکے تو انہیں زندہ کر دیا جائے گا، بالکل اسی طرح جیسے ''فراعنۂ مصر'' کی لاشوں کو ''حنوط'' کر کے ان کے ماننے والوں نے ''ممیوں'' کی صورت میں چھوڑا ہے، انہوں ان کے لیے کھانا وغیرہ رکھا تھا، تا کہ وہ زندہ ہونے کے بعد کھائیں گے، تو انہوں اپنی ''علمیت پسندی'' کا مظاہرہ کرنے کے لیے ''فائلیں'' رکھیں ہیں، جس میں ان کے مراسلات اور پیغامات ہوتے ہیں، اگر غور سے مقارنہ کیا جائے تو جاہلیت کی اس قدیم تہذیبوں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام اسی نئی جاہلی تہذیب میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے، ذرا سوچئے! کیا اسی کو ترقی کہیں گے؟ یا اسے ''جاہلیت جدیدہ'' اور ''فرعونیت جدیدہ'' کا نام دیا جائے۔

میرے خیال میں اسے ترقی کے بجائے انہیں اخیری دو ناموں سے یاد کیا جانا زیادہ مناسب اور حقیقت سے قریب ہی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔

''کریونیکس'' پر ہونے والے مصارف:

ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ اس ناممکن امر کے پیچھے کتنے مصارف ہوتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ایک لاش کو ''کریونیکس'' کرنے کے پیچھے تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار امریکی ڈالر خرچ ہوتے ہیں اور اگر صرف دماغ کو ''کریونیکس'' کرنا ہو تو پچاس ہزار امریکی ڈالر یہ اس شخص کے لیے جو امریکہ میں مقیم ہو اور اگر وہ امریکہ کے باہر کسی اور ملک میں ہو تو مصارف اور بڑھ جاتے ہیں، لاش اور ہوائی جہاز سے امریکہ لانے اور اس کی اجازت وغیرہ میں مزید پچاس ہزار امریکی ڈالر خرچ ہو جاتے ہیں، یوں دو لاکھ امریکی ڈالر کی ضرورت پڑے گی۔

اب ذرا غور کریں، یہ ''وہم کی بیع نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک غیر یقینی اور ناممکن امر کے پیچھے اتنی خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے، اگر یہی رقم غرباء و مساکین پر خرچ ہو تو انسانیت کے دعوی میں کچھ صداقت کی بو بھی پیدا ہو سکتی ہے، یہ تو انسانیت سے گری ہوئی بات ہے، ''کریونیکس'' کو صرف مغرب کے ملحدین ہی نہیں تسلیم کر رہے ہیں، بلکہ بہت سے ''روشن خیال مسلمان'' بھی اس پر اعتماد کرنے لگے ہیں، بلکہ ایک کمپنی (Cryonet) تو مسلمانوں میں ''کریونیکس'' کی معلومات عام کرنے میں سرگرم ہے، تا کہ نام نہاد، روشن خیال مسلمانوں کو بھی اپنے جال میں پھنسایا جائے اور اس طرح اپنی موہوم ''انسانیت نوازی'' کے نام کی جانے والی بیع سے منافع حاصل کئے جائیں۔

اب اخیر میں ہم علماء اسلام کے چند ''ماہرین حیاتیات'' اور چند ''غیر مسلم سائنس دانوں'' کی رائے اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں، تا کہ اسلامی اور سائنسی نقطۂ نظر سے بھی اس کی حقیقت سامنے آجائے۔

اسلام کا کریونیکس کے بارے میں موقف:

جامعہ کویت کے استاذ حدیث الدکتور یحیٰ اسماعیل ''کریونیکس'' کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کریونیکس'' کا یہ عمل اسلامی نقطۂ نظر سے بچند وجوہ حرام ہے:

(۱) ''کریونیکس'' قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے موقف کے بالکل برخلاف ہے، یہ عمل اور فکر اس لیے ہے کہ قرآن کا اعلان ہے "منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أُخرى" (سورۂ طہٰ) ہم نے (اے انسانو!) تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ ہم زندہ کریں گے، گویا ''اعادۂ حیات'' کی ''قدرت'' اللہ کو حاصل ہے نہ کہ انسان کو، چاہے وہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے۔

(۲) جب شریعت مطہرہ نے کفن میں ضرورت سے زائد استعمال کرنے کو ناجائز قرار دیا اور اسے اسراف میں شمار کیا تو ''کریونیکس''

کے غیر اسلامی عمل کے لیے لاکھوں روپیوں کے بے جا اسراف کی اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے؟۔

(۳) شریعت میں موت کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک موت معنوی اور دوسرا موت حقیقی، موت معنوی سے مراد قوت عقل کی موت، یعنی اگر وحدانیت اور آخرت وغیرہ سمجھ میں نہ آئے، تو قرآن اسے موت معنوی سے تعبیر کرتا ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۴۴ اور سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۹ میں مذکور ہے اور دوسری روح کا بدن سے جدا ہونا اور اسے قرآن نے موت حقیقی کہا، جیسا کہ "لکل نفس ذائقة الموت" وغیرہ آیات میں مذکور ہے۔

(۴) یہ عمل انسان کی کرامت اور بزرگی کے بھی خلاف ہے، اس لیے کہ شریعت نے اسے وقار کے ساتھ مٹی کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۵) اسی عمل پر اعتقاد گویا ایک مُسلَّم عقیدہ سے انحراف کے مترادف ہے، گویا ''فناء'' کا انکار اور ''ابدیت'' پر ایمان لازم آتا ہے، جو سراسر غیر شرعی اور غیر عقلی نظریہ ہے۔

اسی طرح الدکتور شحات جندی اور الدکتور محمد دسوقی، اسی طرح شیخ مصباح حماد ان تمام علماء عرب ومصر نے اس کی حرمت کو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہونے پر مختلف آیات اور احادیث سے ثبوت فراہم کیا ہے، اور مسلمانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ:

''اے مسلمانو! اپنی کامل ومکمل شریعت، شریعت اسلامیہ پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ اور آخرت کا پورا یقین رکھو جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بکثرت اس کا ذکر وارد ہے''۔

دانشوروں اور سائنس دانوں کا موقف:

امریکہ کا ایک مسلمان دانشور حمزہ یوسف Islam for Today سے بات چیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بڑے افسوس کی بات ہے کہ ٹکنالوجی کے جنون نے مادہ پرستی کو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ ''طول حیات'' اور ''اعادۂ حیات'' کی توقعات باندھی جارہی ہیں اور ''اعادۂ حیات'' کے لیے جسموں کو مرنے کے بعد محفوظ رکھنے کا عمل کیا جارہا ہے، جس سے غیر تو غیر بہت سے مسلمان بھی متأثر ہوکر انحراف فکری کا شکار ہورہے ہیں، ظاہری بات ہے کہ مادہ پرستی انسانوں پر ایسی چھائی ہوئی ہے کہ وہ روحانیت سے بالکل بے بہرا ہوچکے ہیں "زهد في الدنيا او رجهاد بالنفس'' تو گویا عنقا ہوتا نظر آرہا ہے۔

جامعہ اسکندریہ کے طبیہ فیکلٹی کے پروفیسر ڈاکٹر نبیل حمیدہ کہتے ہیں کہ ''کرونیکس'' کا نظریہ محض ایک خیالی پلاؤ کے علاوہ کچھ بھی نہیں قلب کے عمل سے روکنے کے بعد حیات کی امیدیں کوئی معنی نہیں رکھتی، مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہے کہ اپنے آپ کو ماہر کہنے والے کیسے اس بات کا دعوی کررہے ہیں؟ کہ اعادہ حیات ممکن ہے؟ اور کیسے وہ اس بات کا اظہار کررہے ہیں کہ موت حقیقت نہیں، مرض ہے اور مرنے والا مردہ نہیں بلکہ مریض ہے؟''۔

اسی طرح ڈاکٹر فخری صالح وزارت عدل مصر کے رکن اور طب کے ماہر کہتے ہیں کہ: ''کرونیکس'' دراصل قوانین الٰہیہ سے مقابلہ آرائی کے مترادف ہے اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ قوانین الٰہیہ کو توڑ سکیں، مجھے ان پر حیرت ہے کیونکہ وہ ایسے امر پر اصرار کررہے ہیں جو نتیجہ خیز ثابت ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ ضرر انگیز ثابت ہوسکتا ہے اور اس طرح فخری صالح نے نبیل حمیدہ کی تائید کی''۔

ڈاکٹر نبیل حمیدہ سے جب سوال کیا گیا کہ جب موت ایک حقیقت ہے تو پھر کیوں اہل مغرب ان ''نادان دوست'' سائنس دانوں کے جال میں پھنس رہے ہیں، تو بڑا عمدہ جواب دیا اور کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ انسان بہرحال موت کو پسند نہیں کرتا اور یہ اس میں طبعی امر ہے، شیطان مردود نے بھی حواء اور آدم علیہما السلام کو ورغلانے میں یہی حربہ استعمال کیا تھا اور کہا تھا "ما نهىٰ ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخالدين" تمہارے پروردگار نے تم دونوں کو محض اس لیے اس درخت سے باز رہنے کو کہا کہ تم فرشتے بن جاؤ گے، یا ابدیت دوام اختیار کرلوگے، اور وہ کچھ حد تک اپنے اس حربہ

میں کامیاب بھی ہوگیا، بس آج کے سائنس داں بھی گویا یہی وسوسہ شیطانی کا اعادہ کررہے ہیں۔

''و شهد شاهد من اهلها'':

امریکہ کے ہی ایک ''یورک'' یونیورسٹی کے پروفیسر ڈیوڈ بیچ BBC سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''کریونیکس''، یعنی عمل تجمید سے مردہ جسموں کو باقی رکھ دینا اس امید پر کہ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا، محض ایک وہم اور خیال ہے، کوئی ایک دلیل اور قرینہ بھی ایسا نہیں جو اعادۂ حیات کے امکان پر دال ہو، اور اس محض وہمی نظریہ کو سائنس کی ترقی یا علمی پیش قدمی کہنا سراسر بے بنیاد ہے، بالفرض اگر سائنس داں اعادۂ حیات پر قادر بھی ہو جائیں جو ناممکنات میں سے ہے، تب بھی اس عمل تجمید سے جو شدید قسم کے نقصانات ہورہے ہیں اس کا کیا؟ اور اخیر میں اس نے اعتراف کیا کہ یہ عمل تجمید موتی محض اس فرعونی نظریۂ مومیاء کے تجدید کے علاوہ کچھ نہیں، جو ہزاروں سال گذر چکے ہیں مگر آج تک ان کی اعادہ حیات والی توقعات پوری نہ ہوسکی تو ان سائنس دانوں کی توقعات کیا پوری ہوگی!

خلاصہ یہ کہ عمل تجمید اور ''کریونیکس''، محض ایک امر خیالی اور دھوکہ ہے، یہ محض اس نظریۂ الحادی کو ثابت کرنے کی ناکام جسارت ہے جو قیامت اور فناء روح کی مؤید ہیں، اور نمرودیت کا دعویٰ ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ سے جب اس نے دریافت کیا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا ''هو الذی یحي و یمیت'' میرا پروردگار وہ ہے، جو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرتا ہے، تو اُس بیوقوف نے جو اِن سائنسدانوں کی طرح رہا ہوگا، کہا تھا ''انا احي و امیت'' کہ میں بھی زندگی اور موت دے سکتا ہوں۔

مگر اس کی یہ بات اتنی بے حقیقت اور ناقابل التفات تھی کہ قرآن نے اس کا بلفظہٖ جواب دینا بھی مناسب نہ سمجھا، اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کی حماقت کو دیکھ کر بات پلٹ دی، کہ بے قوف تو موت اور حیات کے معنیٰ حقیقی بھی نہیں سمجھتا، ایک ہے مارنا، ایک ہے پیدا کرنا، ایک ہے زندگی دینا اور ایک ہے موت سے دوچار کرنا، یہ سب اپنی حقیقت کے اعتبار سے بالکل جداگانہ اور علیحدہ ہے، بس اسی طرح ہم مسلمانوں کی بھی اُن کی اِن باتوں کی طرف نہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اُسے تسلیم کرنے کی، کیوں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ''هو الذی یحي و یمیت'' اللہ ہی وہ ذات ہے جو زندگی اور موت دونوں کے لینے اور دینے کا مالک ہے، لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی کے لیے بھی چاہے کتنی ہی کوششیں اور عقلی گھوڑے کیوں نہ دوڑائیں اور کتنے ہی تجربات کیوں نہ کرلیں، یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا، کہ وہ مردہ کو زندہ کرسکے، اور نہ ہی زندہ کو اپنے کلی اختیار سے موت دے سکے، مسلمان کسی بھی صورت میں نہ اس کو تسلیم کرسکتا ہے اور نہ اپنے مردوں کو ''کریونیکس'' کراسکتا ہے، بلکہ اُسے ایمان رکھنا ہوگا کہ موت حق ہے، آخرت حق ہے، فناءِ عالم حق ہے، جنت و جہنم حق ہے، جزاء وسزا حق ہے، مرنے کے بعد عالم برزخ کی حیات حق ہے۔

اللہ ہم سب کو تمام فتنوں سے محفوظ فرما کر ہمارے لیے خیر کا فیصلہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

انصاف کی قدروقیمت

حکومت کرنے والوں، سیاست دانوں، دانشوروں، عالموں، شاعروں، فلسفیوں، مفکروں اور ادیبوں کو ترازو ہی کی طرح منصف ہونا چاہئے، امریکہ میں اگر انصاف ہوتا تو اسرائیل کا خنجر عربوں کے سینہ میں نہ گھونپا جاتا، برطانیہ میں انصاف ہوتا تو سو برس ہمیں غلام نہ رہنا پڑتا، ہماری جائیدادیں تباہ، ہماری صنعت وحرفت مفلوج نہ ہوتی، ہمارے سر پر آرے نہ چلائے جاتے، نوآبادیاتی نظام دنیا میں قائم نہ ہوتا اور اگر آج ہمارے ملک میں انصاف ہوتا تو فسادات نہ ہوتے، شکایتیں نہ ہوتیں، مقدمات عدالتوں میں نہ جاتے، اسٹرائک اور مظاہرے نہ ہوتے، جب انصاف تھا تو شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

اخلاقیات

اسلامی اخلاقیات
سیرت النبی کے آئینہ میں

مولانا محمد دلشاد احمد ندوی استاذ مدرسہ فلاح المسلمین رائے بریلی

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لیے نمونہ ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ " ایک جگہ ارشاد ربانی ہے "انک لعلی خلق عظیم" آپ کے عبادات ومعاملات، عقائد وافکار اور اجتماعیت واخلاقیات کا ہر حصہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے عملی گائڈ اور بے مثال آئیڈیل ورہنما ہے لیکن میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضور کی سیرت کے تمام پہلوؤں میں سب سے اہم اور قیمتی پہلو اخلاق ہے، یہ آپ کی سیرت کا وہ انقلابی عنوان ہے جس نے آپ کی زندگی میں بھی اپنے اور پرائے کو متأثر کیا اور آج بھی اپنے اور بیگانے سب کے دل ودماغ کو متأثر کررہا ہے، آپ نے اخلاق ومحبت، الفت وہمدردی، اخوت وبھائی چارگی کا جو عملی درس دنیا کو دیا، آج تک تاریخ اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

آپ کے اخلاق کے متعلق سیرت النبی جلد ۲۸۷/ پر مشہور سیرت نگار حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ رقمطراز ہیں ''حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کا یہ وہ حصہ ہے جہاں آکر آپ کی زندگی تمام انبیاء کرام اور مصلحین عالم سے اعلانیہ ممتاز نظر آتی ہے، تاریخی ہستی کا ثبوت ایک طرف اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان اخلاقی واعظوں کا خود عملی نمونہ کیا تھا تو دنیا اس کے جواب سے عاجز رہ جائے گی، دنیا کے تمام مصلحین اخلاق میں گوتم بدھ اور مسیحؑ کا درجہ سب سے بڑا مانتے ہیں، لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ہندوستان کا یہ مصلح اعظم (بدھ) عملاً کیا تھا؟ کوہ زیتون کے رحیمانہ اخلاق کا واعظ (مسیحؑ) دنیا کو اخلاق کا بہترین درس دیتا تھا، لیکن اس کی زندگی کا ایک واقعہ بھی اس کے زریں مقولوں کی تائید میں تم کو معلوم ہے؟ لیکن مکہ کا معلم اخلاق امی پکا کر کہتا ہے " لم تقولون مالا تفعلون "۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ آگے تحریر فرماتے ہیں ''بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق کا اور کون راز داں ہوسکتا ہے، چند صاحبوں نے آکر حضرت عائشہؓ سے درخواست کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیان کیجئے! انہوں نے پوچھا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے "إن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن " آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا''۔

حضرت مولانا سید محمد سلمان منصور پوری رحمۃ للعالمین میں جلد اول صفحہ ۲۵۱/ پر یوں رقمطراز ہیں ''آپ اندوہ گیں تھے، مگر ترش رو نہ تھے، متواضع جس میں دنایت نہ تھی، باہیبت جس میں درشتی نہ تھی، سخی تھے مگر اسراف نہ تھا، ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے، سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۵/ پر رقمطراز ہیں ''جو کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یکبارگی آجاتا وہ ہیبت زدہ ہوجاتا اور جو کوئی پاس آبیٹھتا وہ فدائی بن جاتا'' مزید آگے شاہ صاحب لکھتے ہیں ''اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہے گویا وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے'' انسان کے سوا دنیا کی تمام مخلوقات صرف ایک ہی قسم کا کام کرسکتی ہیں، آفتاب صرف روشنی بخشتا ہے، اس سے تاریکی کا صدور نہیں ہوسکتا،

رات تاریکی پھیلاتی ہے تو وہ روشنی کی علت نہیں، درخت اپنے موسم ہی میں پھلتے ہیں، اور پھول ایام بہار ہی میں کھلتے ہیں، لیکن انسان خدا کی طرف سے مختار پیدا ہوا ہے، وہ آفتاب بھی ہے اور رات کی تاریکی بھی، اس کے جوہر کا درخت ہر موسم میں پھلتا پھولتا ہے اور اس کے اخلاق کے پھول ایام بہار کے پابند نہیں، لیکن اخلاق کا ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے لیے اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے اس کی شدت سے پابندی کرے گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہوں جیسے آفتاب سے روشنی، درخت سے پھل اور پھول سے خوشبو کہ یہ خصوصیات ان سے کسی حالت میں الگ نہیں ہوسکتیں، اسی کا نام استقامت حال اور مداوت عمل ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ان احب العمل الی اللہ أدومها وإن قل“ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو پابندی کے ساتھ ہو خواہ تھوڑا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو کہاں تک بیان کیا جائے، آپ کی زندگی سراپا نمونہ ہے، اور آپ نے صرف ۲۳/سال کے اندر اپنے اعلی اخلاق کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ ہزاروں برس سے فساد و بگاڑ کی آگ میں جلتی ہوئی دنیا گل گلزار بن گئی، اور ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں انسان آپ کے اخلاق کے سامنے گردن جھکانے پر مجبور ہوگئے، اللہ تعالی ہم تمام مسلمانوں کو اخلاق نبوی کے رنگ میں رنگ دے۔

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی، تاریخی، معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے، اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔

(ادارہ)

ماہنامہ نقوش اسلام
کے تین سال پورے ہونے پر تمام کارکنان کو
دلی مبارک باد
عباس علی قاسمی
مہتمم مدرسہ عربیہ رحمانیہ نورالعلوم جوری سنت کبیر نگر (یوپی)
Mob:9984770674

ماہنامہ نقوش اسلام کی تین سالہ قلمی خدمات
اور
اس کی جدوجہد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں
دلشاد احمد مظاہری
ناظم مدرسہ اسلامیہ حسینیہ حیات العلوم گندیوڑ
ضلع سہارنپور (یوپی)

ماہنامہ نقوش اسلام کی تین سالہ
خدمات پر ہم تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں
محمد عمر خان ندوی
ہدیٰ کمپیوٹر سینٹر
شمس الحق لاج مکارم نگر، ڈالی گنج لکھنؤ
Mob:9935191516

اصلاح معاشرہ

شادی بیاہ کی غلط رسمیں اور اسلامی طریقہ

مولانا محمد سلیم قاسمی خادم مدرسہ فیض رحمانی، سنسار پور

ہماری زندگی میں خوشی اور غمی کے مواقع بار بار آتے ہیں؛ لیکن ہم ان کے منانے میں آزاد نہیں ہیں، خوشی کے موقع پر جس طرح چاہیں دل کے ارمانوں کو پورا کریں، مال خرچ کریں اور خاندانی و برادری کی من گھڑت رسومات کے مطابق خوشیاں منائیں، یا غمی کے موقع پر جس طرح چاہیں ماتم کریں اور آنسو بہائیں، بلکہ دونوں موقعوں پر ہمارے لیے اسلام کی تعلیمات، شریعت کے احکام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بطور نمونہ موجود ہے، اس کے خلاف کرنا شیطان کی اتباع اور پیروی ہے جو انسان کا کھلا دشمن ہے اور دشمن سے بچنا چاہئے نہ کہ اس کی اتباع اور پیروی کرنی چاہئے۔

لیکن آج ہم یہ تمام تقریبات برادری اور خاندان کے رسم ورواج کے مطابق مناتے ہیں، جس کی وجہ سے ان میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، جو آئے دن بڑھتی جارہی ہیں۔

پہلی خرابی:

پہلی خرابی فضول خرچی ہے یعنی بیاہ اور شادی کے موقع پر دل کھول کر خرچ کیا جاتا ہے، منگنی اور سگائی سے لے کر نکاح تک اپنے خون پسینہ سے اکھٹا کی ہوئی پونجی پانی کی طرح بہادی جاتی ہے، جب کہ فضول خرچی سے مال برباد اور اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہوتا ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "ان اللہ لایحب المسرفین" بے شک اللہ تعالی فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، جب ہمارا مولی و پالنہار ہم سے ناراض ہوگا تو ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا، اگر اللہ نے آپ کو مال دیا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم مال کے مالک ہیں، جس طرح چاہیں خرچ کریں، فضولیات میں اڑائیں، ناچ گانوں میں اڑائیں، وی ڈیو فلم بنائیں، بلکہ صحیح جگہ پر خرچ کرنے کے لیے آپ امین اور ذمہ دار ہیں، حدیث پاک میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تک آخرت میں ہر انسان سے پانچ سوال نہ ہوجائیں گے اس کا قدم اپنی جگہ سے نہیں ٹلے گا'' ان میں سے دو سوال یہ بھی ہیں کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس لیے مالدار لوگ خوش فہمی میں مبتلا نہ رہیں بلکہ کل قیامت میں ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا۔

دوسری خرابی:

ریا ونمود اور دکھاوا ہے، یعنی رسم ورواج پورا کرنے کا مقصد اپنا نام روشن کرنا اور ناک اونچی رکھنا ہے کہ لوگوں میں خوب واہ واہ ہوگی کہ فلاں نے اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی میں اتنا مال خرچ کیا ہے، لوگ تعریف کے پل باندھیں گے کہ سب کو پیچھے چھوڑ دیا اور ریکارڈ توڑ دیا ہے، اتنے لوگوں کو کھانا کھلایا، اتنی بڑی بارات منگوائی اور فلاں فلاں چیز جہیز میں دی وغیرہ وغیرہ، یہی نہیں بلکہ دل ہی دل میں یہ خوف ستاتا رہتا ہے کہ اگر خاندان اور برادری کے رسم ورواج کے خلاف شادی کی تو سب ناراض ہوجائیں گے، خاندان میں ناک کٹ جائے گی، منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے، بیاہ شادی کے موقع پر اگر رضا مندی اور خوشنودی کا خیال آتا ہے تو صرف خاندان اور برادری کا حتی کہ نائی، دھوبی اور گھر کی بھنگن سے الگ الگ پوچھا جاتا ہے کہ تو خوش بھی ہے کہ نہیں، مگر افسوس صد افسوس جس ذات عالی نے پیدا کیا

اورآج یہ خوشی کا موقع دیا اس کی رضا مندی اورخوشنودی کا بالکل خیال نہیں آتا کہ وہ بھی خوش ہے یا نہیں؟ بس چند دن کی واہ واہ کے لیے دنیا کو برباد اورآخرت کوداؤپر لگارہے ہیں۔

قارئین کرام! ریاونمود کی وجہ سے بڑی سے بڑی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی، الٹی منہ پر پھینک کر ماردی جاتی ہے، اب ان رسومات کو پڑھیئے جن کو ہم نے عبادات کا درجہ دے رکھا ہے اوردل سے یہ تہیّا کر رکھا ہے کہ ساری عمر ایک بھی رسم نہ چھٹے گی چاہے اللہ کے سارے احکام ترک ہوجائیں۔

سگائی کی غلط رسمیں اور صحیح طریقہ:

منگنی کے نام پر کچھ لین دین کرنا، نقدی دینا، زیور یا چوڑی پہنانا اور گٹھری باندھنا غیر اسلامی رسم ہے جونام ونمود اوردکھاوے کی وجہ سے شریعت میں گھر کرگئی ہے جوقطعاً درست نہیں، صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب مناسب رشتہ ملجائے تو دونوں طرف سے نکاح کے لیے آمادہ ہوجائیں اوربس ’’ہوگئی منگنی اورسگائی‘‘ یہی اسلامی طریقہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سگائی کی جوگٹھری مشہور ہے کہ جب تک وہ باندھی نہیں جاتی سگائی نہیں سمجھی جاتی، یہ سب فضولیات وبکواس ہیں جس سے بچنا ضروری ہے۔

زبان کے سامنے گٹھری کی کیا حیثیت ہے، جس زبان سے ستر سال کا کافر اورمشرک کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان اور جنتی ہوجاتا ہے، غورکریں اس کے مقابلہ میں گٹھری کی کیا حقیقت ہے، خدانخواستہ اگر رشتہ ختم ہونے کی نوبت آتی ہے تو کیا گٹھری باندھنے سے رشتہ دوبارہ قائم ہوجاتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے، تو پھر کیوں اس کا رواج بن گیا ہے، لہٰذا اسے ترک کردینا ہی بہتر ہے۔

بارات کی غلط رسمیں:

نکاح کے لیے دولہا کو بھیجنے سے پہلے عورتوں کا جمع ہونا، گیت گانا، بھابھی کا آنکھ میں سرمہ ڈالنا، نائی کا ناخن کاٹنا، نہانے کے وقت دھوبن کا پانی بھرنا، سہرا پڑھنا، سو، دوسوآدمیوں کا بارات میں جانا اور پٹاخے چھوڑنا سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں، جن سے بچنا ضروری ہے، صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ گھر کے بڑے لوگ، چچا، ماموں، والدین، بہن وغیرہ دعا کے ساتھ دولہا کو نکاح کے لیے رخصت کردیں اوراس کے ساتھ لڑکے والوں کی طرف سے دوچار آدمی نکاح میں شریک ہوجائیں یہ کافی ہے، بڑی تعداد میں لوگوں کو دوسروں کو یہاں لے جانا اوران پر باربننا گناہ ہے، ایسے ہی عورتوں کا جانا تو سخت گناہ ہے اوراس کے اندر بہت سی خرابیاں ہیں، اس کے لیے بارات جانے کا یہ طریقہ چھوڑنا ضروری ہے، یادرہے کہ لفظ بارات ہندوانہ رسم ہے اوراس کا مروجہ طریقہ غیر اسلامی ہے۔

لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی عام دعوت:

اس موقع پر عام دعوت کا کوئی ثبوت نہیں ہے اورحقیقت تو یہ ہے کہ یہ عام دعوت کا موقع بھی نہیں ہے کیونکہ دعوت خوشی میں ہوتی ہے نہ کہ غمی میں اورلڑکی کے والدین کے لیے یہ موقع خوشی سے زیادہ غمی کا ہے، کیونکہ اس کی ناز میں پروردہ، لخت جگر، نورنظر اوروالدین کی خدمت گزار بیٹی ان سے جدا ہورہی ہے، وہ اگرچہ بظاہر خوش نظرآتے ہیں، مگر اندر سے ان کا دل غمگین ہوتا ہے؛ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ جبراً دعوت کھاتے ہیں، نہ کھلانے پر خاندان اور برادری میں ذلیل کرتے ہیں بلکہ بائیکاٹ تک کردیتے ہیں، یہ جہالت ہے اور بیچارے پرظلم ہے، اس لیے کہ اس موقع پرساری بستی اور برادری میں دعوت دینے کا جورواج ہے سختی سے ترک کردینا چاہئے، بس دولہا کے ساتھ خاندان کے چندافراد اورخاص رشتہ دارکھانے میں شریک ہوجائیں۔

سلامی:

یہ سراسر غیر شرعی اور ہندوانہ رسم ہے جوقدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے، ناشتہ، کھانا اورنکاح کے بعد دولہا کو گھر میں سب کے سامنے بلایا جاتا ہے، محلّہ پڑوس کی نوجوان لڑکیاں بن سنور کر دولہا اوراجنبی لوگوں کے سامنے آتی ہیں اورایک طرف سالی (دولہن کی چھوٹی بہن) دولہا

کے جوتا اٹھا کر لے جاتی ہے، جس کے بدلے میں روپیہ پیسہ دیا جاتا ہےاورساس باقاعدہ دولہا کو انگوٹھی پہناتی ہے، جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اس لیے اس جیسے قبیح رسم کو ختم کر دینا چاہئے۔

جھیز:

حسب حیثیت ضروری سامان جو گھریلو ضروریات کے ہوں جہیز میں دینے کی گنجائش ہے، مزید وسعت ہو تو زیور وغیرہ بھی دے سکتے ہیں جو کام آنے والی چیز ہے؛ لیکن خاندان میں نام ونمود کی نیت سے دینا صحیح نہیں ہے، موجودہ رسم ورواج کے مطابق جو جہیز دیا جاتا ہے اس سے بچنا ضروری ہے، اسی کی وجہ سے لڑکیوں کے والدین کی نیندیں حرام ہو رہی ہیں، غریب لڑکیوں کی زندگی اجیرن بن چکی ہے، گھر میں لڑکی کا پیدا ہونا جرم بن گیا ہے، اس لیے ہم سب مل کر اس وباء کو ختم کریں، اس وبا کی وجہ سے تقریباً سب لوگ پریشان ہیں، چاہے وہ غریب ہو یا امیر، سبھی لوگ اپنی بیٹیوں کی شادی کی وجہ سے فکر مند رہتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ جہیز جیسی لعنت کو ختم کریں اور اسلامی طریقہ پر عمل کریں۔

ناشته کی رسم:

رخصتی کے بعد لڑکی جب سسرال آجاتی ہے تو صبح کو لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے جو ناشتہ لیجانے کی رسم چل رہی ہے اور نوجوان لڑکیاں بن سنور کر بے پردہ ہو کر جاتی ہیں، یہ بھی بے بنیاد اور غلط رسم ہے، اسے بھی سختی سے ترک کر دینا چاہئے۔

دعوت ولیمه:

منگنی اور سگائی سے لے کر آخر تک صرف یہی دعوت مسنون ہے اور باعث اجر وثواب ہے، باقی سب دعوتیں رسم ورواج اور زبردستی کی ہیں، اپنی حیثیت کے مطابق قرض سے بچتے ہوئے اس کا انتظام کیا جائے، نام ونمود مقصود نہ ہو، وقت پر جو آسانی سے موجود ہو، دوست واحباب اور غریبوں کو ولیمہ کی نیت سے کھلا دے، ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔

منڈھا اوربھات:

یہ خالص ہندوانہ رسم ہے، ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کے اندر آئی ہے، بیاہ شادی کے موقع پر منڈھا کے نام سے کچھ نقدی، زیور اور کپڑے وغیرہ دیکر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہن کا حق ادا کر دیا ہے اور اس کو میراث کا بدل سمجھتے ہیں، یاد رکھیں! منڈھا اور بھات کے نام سے ساری عمر دیتے رہیں، بہن کا شرعی حق یعنی میراث ادا نہیں ہوگا، اس لیے اس نام سے لین دین ختم کر کے میراث میں سے ان کو شرعی حصہ دیا جائے اور اس کے لیے جدوجہد کی جائے۔

بھنوں کا شرعی حق:

میراث اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا اپنے بعد چھوڑ جاتا ہے، وہ نقد روپیہ ہو یا سونا چاندی یا زمین جائیداد، جس طرح باپ کے ترکہ میں سے بیٹوں کا الگ الگ حق ہوتا ہے اسی طرح لڑکیوں کا بھی حق ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہنوں کو ترکہ میں دینا چاہئے، اگر بہنوں کو ان کا شرعی حق یعنی میراث میں سے نہیں دیا گیا تو وہ میدان حشر میں اپنے بھائیوں کا دامن پکڑیں گی اور دیگر حقداروں کی طرح اپنے حق کا مطالبہ کریں گی، وہاں روپیہ پیسہ تو ہوگا نہیں، نیکیوں سے حق دلوایا جائے گا، جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حق باقی رہے گا تو حقدار کے گناہ اس کے سر پر لاد کر جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا، اس لیے ضروری ہے کہ وراثت کے معاملے میں محتاط رہو کیونکہ یہ حق میراث حقوق العباد ہے اور حقوق العباد بندہ ہی معاف کر سکتا ہے ورنہ معاف نہیں ہوتا، بہرحال چند دن کے نفع کی خاطر بہنوں کا شرعی حق مار کر اپنی ہمیشہ کی زندگی یعنی آخرت خراب نہ کرو، ایک دن ضرور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

تقریبات میں لین دین اورنوته کی رسم:

بیاہ شادی اور عقیقہ کے موقع پر کچھ ہدیہ تحفہ دینا ضروری نہیں ہے، اگر وسعت ہو اور ضروری نہ سمجھے تو دینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ نمائش اور دکھاوا مقصود نہ ہو اور اگر نہ دیا گیا تو لعن طعن ہوگا، ایسے ہی بیاہ شادی

کے موقع پر جو احباب ورشتہ دار کچھ ہدیہ وتحفہ لے کر آئیں ان کو واپسی میں کپڑے وغیرہ دینا عقل کے خلاف بات ہے، غور تو کرو یہ موقع ہدیہ لینے کا ہے یا دینے کا، بے چارے غریب پر جتنا بوجھ شادی کے خرچ کا ہوتا ہے، اتنا ہی دوسروں کو کپڑے دینے کا، لہٰذا اس رسم کو بھی ترک کرنا چاہئے، وسعت ہو تو ایک طرف سے لین دین ہو، ایسے ہی نوتہ بھی ناجائز ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ہمارے یہاں تقریب میں کچھ دیا ہے باقاعدہ اس کی فہرست تیار کی جاتی ہے کہ اس کا بدلہ اتارنا ضروری ہے اور بعض تو وصیت بھی کرتے ہیں، اس طرح کا لین دین گناہ ہے اور جہاں کھانا کھلایا جاتا ہے دروازہ پر ایک منشی قلم اور کاپی لے کر بیٹھتا ہے یہ کھانے کی قیمت وصول کرنے کے برابر ہے، کہ اندر کھانا کھاؤ اور دروازہ پر بل چکا کر جاؤ، یہ جبر نہیں تو اور کیا ہے، جس کا شریعت میں جواز کا کوئی پہلو نہیں، اس لیے اس طریقہ کو بھی چھوڑنا ضروری ہے۔

چھوچھک:

یہ بھی ہندوانہ رسم ہے اور اس نام سے بھی لین دین کرنا گناہ ہے، نومولود بچہ کو خوشی کے طور پر کچھ بھی دے سکتے ہیں، مگر رسم ورواج کے مطابق متعین سامان مثلاً لڑکی کے سسرال میں جتنے لوگ ہیں چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے سب کو کپڑے دینا اور زیور دینا رسم ورواج سمجھ کر ناجائز ہے، لہٰذا اس نام سے بھی لین دین کرنے سے بچیں۔

عقیقہ:

عقیقہ کرنا سنت ہے، بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہئے، بچہ کا اسلامی نام رکھنا چاہئے اور سر مونڈ کر بالوں کے برابر چاندی یا سونا وزن کر کے خیرات کر دینا چاہئے، اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو پھر جب موقع ملے عقیقہ کر دے، اس کا بہترین طریقہ حدیث شریف کی رو سے یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکرے اور لڑکی ہو تو ایک بکرا ذبح کر کے کچا گوشت دوست واحباب اور فقراء میں تقسیم کر دے اور خود بھی کھالے، عقیقہ کی سنت ادا ہو جائے گی، باقی اس نام سے بڑی دعوت کا انتظام کرنا، کارڈ تقسیم کرنا سب خلاف سنت ہے، جس سے بچنا چاہئے۔

وفات اور عدت کی دعوت:

کسی عزیز کے انتقال پر جو اگلے دن باقاعدہ دعوت کی جاتی ہے جس میں رشتہ دار اور خاندان کے لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے، یہ بھی جہالت اور احمقانہ کام ہے، دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ موقع غم وتعزیت کا ہوتا ہے اور مردہ ایصال ثواب کا محتاج ہوتا ہے، اس کو قرآن شریف پڑھ کر، تسبیحات پڑھ کر اور صدقہ کر کے ایصال ثواب کر دینا چاہئے اور اگر کھانا کھلا کر ایصال ثواب کرنا ہو تو پکا کر غریبوں کو کھلا دے، ایک طریقہ مدرسہ کے طلبہ کو کھلانے کا بھی ہے، اور یہ عمل کبھی بھی کیا جا سکتا ہے، مردہ تو ہر وقت ثواب کا محتاج ہوتا ہے، دوسرا تیسرا، دسواں اور چالیسواں دن متعین کرنا بدعت ہے، ایسے ہی عورت کی عدت پوری ہونے پر دعوت کرنا بھی غلط ہے کیونکہ یہ بھی خوشی کا موقع نہیں ہے، وقت پورا ہوا عدت پوری ہوگئی، کسی بھی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے، اگر ایصال ثواب کرنا ہے تو عدت کے اندر کتنا ہی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے، ورنہ ان دونوں موقعوں پر دعوت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ خدانہ کرے، خدانہ کرے کسی عزیز یا شوہر کے انتقال پر خوشی ہوگی جس میں بستی اور رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت دی جارہی ہے، اس لیے ان دونوں موقعوں کی مروجہ رسم اور دعوت کو ترک کرنا چاہئے۔

ضروری بات

بیاہ شادی میں لین دین اور دعوت کا ذکر بار بار آیا ہے، اس کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی کو ہدیہ اور تحفہ لینا دینا فی نفسہ غلط عمل نہیں ہے، بلکہ سنت ہے اور اجر وثواب کا باعث ہے، اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ضروری سمجھ کر نہ دے، رسم ورواج کے طور پر نہ دے، دکھاوا مقصود نہ ہو کہ لوگوں میں واہ واہ ہوگی اور خوب چرچے ہوں گے، بلکہ خوشدلی سے دے، اپنے اوپر بار نہ

سمجھے کہ لو جی اب تو دینا ہی پڑے گا، نہ دینے والے پر لعن طعن نہ کیا جائے اور اس کو رسوا نہ کیا جائے، زبان تو زبان دل میں بھی نہ آنا چاہئے کہ فلاں نے ہمیں کچھ دیا ہی نہیں، بدلہ کی نیت سے نہ دے کہ یہ ہمارے یہاں تقریب میں دے گا۔

یہی حال دعوت کا سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بھی اپنے موقع پر ہی صحیح اور باعث اجر وثواب ہے ورنہ نیکی برباد اور گناہ لازم آئے گا کہ مال بھی خرچ کیا اور ثواب بھی نہ ملا۔

آخری بات:

رسم ورواج اور شادی بیاہ کے متعلق جو باتیں کہی گئیں ہیں ماحول اور سماج کے اعتبار سے کتنی ہی عجیب اور مزاج کے خلاف لگتی ہوں گی، مگر شرعاً درست اور صحیح ہیں؛ لیکن ہمارا مزاج چونکہ دینی نہیں ہے، رسم ورواج کی محبت دل میں رچی اور بسی ہوئی ہے، اس لیے کڑوی محسوس ہوتی ہوگی، لیکن یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بخار کے مریض کو ہر میٹھی چیز کڑوی محسوس ہوتی ہے، لیکن اے مسلمانوں اور سنت کے پاسبانو! اپنے سینہ پر ذرا ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ ان رسومات میں پھنس کر ہم کتنے برباد ہو گئے ہیں کہ آخرت کو بھی داؤ پر لگا دیئے ہیں جس کی بنا پر گھروں کا چین اور دل کا سکون ختم ہو گیا، شادی کے انتظام کی فکر میں رات کی میٹھی نیند بھی حرام ہو گئیں ہیں۔

ان رسومات اور فضولیات کو ہم سبھوں نے جنم دیا ہے جس کی بدولت ہر خاص وعام ان میں مبتلا ہے، کوئی ایک قصوروار نہیں ہے، اس لیے چاہئے کہ اس کو ختم کرنے کے لیے بھی تمام لوگ عہد کریں کہ انشاء اللہ اس غلط رسم کو ختم کر کے دم لیں گے۔

میں ایک بات لکھنے پر مجبور ہوں کہ ان رسومات کو انجام دینے میں خاص طور سے عورتوں کا حصہ زیادہ ہے، بیچارے مردوں کو تو کمانے سے ہی فرصت نہیں، عورتیں ہی گھروں میں بیٹھ کر منصوبے بناتی ہیں، مردوں کو ابھارتی اور مجبور کرتی ہیں، ضد کرتی ہیں، پوری نہ ہونے پر ناراض ہو جاتی ہیں، پھر کچھ بھی ہو، مرد فنا ہوگا، زمین فروخت کریگا، قرض لے گا بلکہ بینک سے سودی قرض لے گا، جو شریعت میں قطعی طور پر حرام ہے، مگر ضد پوری کرے گا، کسی عورت سے وضو، غسل، نماز کے فرائض اور نواقض وضو معلوم کرو تو شاید سو میں سے دس بتا سکیں، لیکن یہ معلوم کرو کہ فلاں کے یہاں شادی ہے، کیا لینا دینا ہے، تو ایک سانس میں گنوا دیں گی، فلاں کا جوڑا، فلاں کی چادر اور فلاں کی ساڑی گویا کہ حفظ یاد کر رکھا ہے، اس لیے ان رسومات کا ختم کرنا عورتوں کے اختیار میں ہے، اگر چاہیں آج ہی ختم ہو جائیں، اس لیے میں اپنی ماں بہنوں سے خاص طور پر عرض کرتا ہوں کہ خدارا ان رسومات کو انجام دے کر اپنا گھر کا چین اور دل کا سکون ختم نہ کریں، اپنی اور اپنے شوہر کی آخرت برباد نہ کریں۔

مجھے قوی امید ہے کہ ماں بہنیں میری ان گزارشات پر ضرور غور کریں گی اور عمل کے لیے آمادہ ہونگی، آؤ ہم سب مل کر عہد کریں کہ انشاء اللہ آئندہ ان رسومات پر عمل نہیں کریں گے، شریعت اور سنت کے مطابق سادہ طریقہ سے شادی کریں گے، ہر ایک اپنے گھر سے ابتداء کرے، دوسروں کو سمجھائے اور خلاف شرع تقریبات میں شریک نہ ہو، آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اعمال کی توفیق عطا فرمائے، دین وشریعت کا پابند بنائے اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان رسومات اور جملہ افعال پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین

حدیث نبوی

جس نے میری امت کے کسی آدمی کی کوئی ضرورت پوری کی اور اس کا مقصد صرف یہ ہو کہ وہ خوش ہو جائے تو گویا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (بیہقی)

آداب وفضائل

بیمار کی مزاج پرسی کرنے والا جنت میں اپنے لیے گھر بنالیتا ہے

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار کی مزاج پرسی کو اسلامی حق فرمایا ہے، بیمار کی عیادت کو معبود برحق کی رضاء وخوشنودی کا ذریعہ بتلایا ہے، مریض کی بیمار پرسی اوراس کے آداب وفضائل کے بارے میں انتہائی قیمتی ارشادات بیان فرمائے ہیں، آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماروں کی عیادت کر کے امت کے لیے نمونہ پیش فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کے پاس تشریف لیجاتے، دعا فرماتے، تسلی دیتے اور دم فرمایا کرتے تھے۔

عیادت مریض سے آپس میں الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے، بیمار کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، آپس کی دشمنیاں ختم ہوتی ہیں، ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ ہوتی ہے۔

عیادت سے متعلق حضورؐ کا حکم:

عن ابی موسی رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اطعمو الجائع وعودالمریض وفکوالعانی" (بخاری شریف) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی عیادت کرو اور جولوگ ناحق قید کردیئے گئے ہوں ان کی رہائی کے لیے کوشش کرو، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تین سنہری اصولوں کا تحفہ قرار دیا ہے۔

عیادت کرنے والے کو خوشخبری:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مومن بندہ جب اپنے مسلمان بھائی کی مزاج پرسی کرتا ہے تو واپس آنے تک گویا وہ جنت کے باغ میں ہوتا ہے''۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمار کی مزاج پرسی کے لیے جو وقت خرچ ہوتا ہے وہ ضائع نہیں جاتا بلکہ اس کو اس قدر قیمتی بنادیا جاتا ہے، گویا وہ جنت کے باغات میں اپنا وقت لگا رہا ہے، اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو راضی ہوں گے انشاء اللہ، مزید یہ کہ دنیا میں بھی اس کے اچھے نتائج نکلیں گے، مریض کے گھر والے، رشتہ دار، دوست واحباب سب ہی عیادت کرنے والے سے محبت وعقیدت کے جذبات سے سرشار ہوں گے۔

بیمار کی مزاج پرسی کرنے والا جنت میں گھر بنائے گا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس بندے نے کسی بیمار کی مزاج پرسی کی تو اللہ تعالیٰ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ مریض کی عیادت کے لیے تیرا چلنا تجھے مبارک ہو اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنالیا''۔ (ابن ماجہ)

دوزخ سے دوری:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے، اس کو دوزخ سے ستر خریف دور کردیا جاتا ہے'' اور حضرت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابوحمزہ! خریف

کسے کہتے ہیں؟ فرمایا سال کو کہتے ہیں یعنی ستر سال کی مسافت کے بقدر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

رحمت خداوندی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''جو شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ رحمت میں غوطہ لگاتا ہے اور جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ فضیلت تو اس تندرست شخص کے لیے ہے جو بیمار کی عیادت کرتا ہے؛ لیکن خود بیمار کو کیا ملتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''۔ (مسند احمد)

ستر ہزار فرشتوں کی دعا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ مل جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

مریض سے دعا کی درخواست:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دعا کرے، کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح قبول ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہؐ کا عیادت کے لیے تشریف لیجانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک انصاری صحابی نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، پھر واپس جانے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا انصاری بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کی طبیعت کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا اچھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ساتھ بیٹھے ہوئے صحابہ سے) ارشاد فرمایا تم میں سے کون ان کی عیادت کرے گا؟ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، ہم دس سے زائد افراد تھے، ہمارے پاس نہ جوتے تھے، نہ موزے، نہ ٹوپیاں تھیں، نہ قمیص، ہم اس پتھریلی زمین پر چلتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اس وقت ان کی قوم کے لوگ جو ان کے قریب تھے، پیچھے ہٹ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جانے والے صحابہ ان کے قریب ہو گئے۔ (مسلم شریف)

عیادت کے لیے پیدل جانا:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کے لیے پیدل جانا بھی نیکی میں اضافہ کرتا ہے، چنانچہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر پیدل جا کر ان کی عیادت کی۔ (ابوداؤد)

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر پیدل ان کی عیادت کو تشریف لے گئے ان پر غشی طاری تھی، آپ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور بچے ہوئے پانی کو ان کے منہ پر چھڑکا، جابر رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ؟ اپنا ترکہ کس کو دوں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم"۔ (بخار شریف جلد۲)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر چھڑکا تو انہیں ہوش آ گئی، یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ اللہ تعالی نے آپ کے وضو کے پانی کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے نسخہ شفا بنا دیا، وہ مریض کس قدر خوش قسمت ہوں گے، کس قدر خوش نصیب ہوں گے جن کو دیکھنے کے لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لیجاتے تھے، سبحان اللہ ان کا

مرض تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھتے ہی دور ہو جاتا ہوگا جب مریض کی نظر جمال نبوت پر پڑتی ہوگی اس کا مرض کوسوں دور بھاگ جاتا ہوگا، معلوم ہوا کہ بڑوں کا بھی چھوٹوں کی عیادت کے لیے جانا آقاء مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

اهل جنت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے پانچ اعمال ایک دن میں کئے اللہ تعالی اسے جنت والوں میں لکھ دیتے ہیں، بیمار کی عیادت کی، جنازہ میں شرکت کی، روزہ رکھا، جمعہ کی نماز کے لیے گیا اور غلام آزاد کیا۔ (ابن حبان)

الله تعالی کی ذمه داری:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالی کے راستہ میں جہاد کرتا ہے وہ اللہ تعالی کی ذمہ داری میں ہوتا ہے، جو بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے، جو صبح یا شام مسجد میں جاتا ہے وہ اللہ تعالی کی ذمہ داری میں ہوتا ہے، جو کسی حاکم کے پاس اس کی مدد کے لیے جاتا ہے وہ اللہ تعالی کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو اپنے گھر میں اس طرح رہتا ہے کہ کسی کی غیبت نہیں کرتا وہ بھی اللہ تعالی کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ (ابن حبان)

خدا تعالی کی رضا کا حصول:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، ابن آدم کہے گا میں کیسے بیمار پرسی کرتا، آپ تو رب العالمین ہیں، اللہ تعالی فرمائیں گے تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی بیمار پرسی نہیں کی، تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے وہاں پالیتا۔ (مسلم شریف)

سبحان اللہ! مریض کی عیادت کا کیا کہنا، انسان کے دکھ کو خداوند قدوس نے اپنا دکھ قرار دیا، انسان کی بیماری کو اپنی بیماری قرار دی انسان کی عیادت کو اللہ تعالی نے اپنی عیادت قرار دی، اللہ تعالی کو انسان کے ساتھ اس قدر محبت اور اس قدر لگاؤ ہے کہ اس کی بیمار پرسی کے لیے ایسا انداز بیان اختیار فرمایا کہ ہر شخص بیمار کی طرف چل پڑے اور اس کے دل پر محبت کے پھائے رکھے۔

عیادت مریض کے آداب:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو، اس قسم کی باتیں کسی ہونے والی بات کو نہ تو روک سکیں گی لیکن اس سے اس کا دل خوش ہوگا۔ (ترمذی شریف)

یعنی اس کی عمر کے بارے میں باتیں کرو گویا کہ تمہاری عمر ابھی ہے ہی کیا، تم نے ابھی عمر کا تھوڑا ہی حصہ گزارا ہے، ابھی تو تم سے اللہ تعالی کو بہت سے کام لینے ہیں، تمہیں اپنی اولاد، گھر والوں اور دوستوں کے لیے بہت سے کام کرنے ہیں، انشاء اللہ بہت جلد شفایاب ہو جاؤ گے، گھبراؤ نہیں، ایسی باتوں سے اگر چہ اللہ رب العزت کا فیصلہ تو ٹل نہیں سکتا لیکن اس مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مریض کے پاس بیٹھ کر مایوسی کی باتیں نہ کرے، کہیں اس قسم کی باتوں سے اس کی بیماری میں اضافہ نہ ہو جائے، مثلاً عیادت کرنے والے یوں کہیں ہائے ہائے کل تو اچھا خاصا تھا، ایک ہی دن میں کیا سے کیا ہو گیا، لگتا ہے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے، یا دل کمزور ہو گیا ہے، یا کینسر ہو گیا ہے، ان باتوں کے سننے سے مریض اور زیادہ مریض ہو جاتا ہے، بہر حال مریض کے پاس بیٹھ کر سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہئے۔

سرکار دوعالم کا مریض کو تسلی دینا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو فرمایا

"لابأس طهور انشاء الله لابأس طهور انشاء الله" کچھ فکر نہ کرو انشاءاللہ شفاء ہوگی، کچھ فکر نہ کرو انشاءاللہ شفا ہوگی۔(بخاری شریف)

سبحان اللہ! مریض کی کس قدر حوصلہ افزائی فرمائی جارہی ہے، مریض تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان الفاظ کو سن کر ہی شفایاب ہوجاتا ہوگا، کس قدر سکون بخش ہیں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ محبت بھرے کلمات۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے جب کوئی آدمی بیمار ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے "اذهب البأس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الاشفاءك لايغادر سقماً" اے سب آدمیوں کے پروردگار! اس بندے کی تکلیف دور فرمادے اور شفاء عطا فرمادے، تو ہی شفا دینے والا ہے، بس تیری ہی شفا شفا ہے، ایسی کامل شفاء عطا فرما جو بیماری کو بالکل ختم کردے۔(بخاری شریف)

شفایاب ہونے کی دعا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان بندہ کسی مریض کی عیادت کرے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھے "أسال الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك" میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں جو بڑے ہیں، عرش عظیم کے مالک ہیں، وہ جس کو شفا دے تو اس کو ضرور شفا ہوگی، اگر اس کی موت کا وقت آ گیا ہو تو اور بات ہے۔(ترمذی شریف)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے جب کہ میں حالت مرض میں مبتلا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یوں دعا فرمائی: كشف الله ضرك وغفر ذنبك وعافاك فی دينك وجسدك الى اجلك "اللہ تعالیٰ تمہاری بیماری کو دور کردے، تمہارے گناہ معاف فرمادے اور تمہارے دین اور جسم دونوں میں موت تک تمہیں عافیت عطا فرمائے۔(حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی مریض کے پاس عیادت کے لیے آئے تو اس کو یہ دعائیہ کلمات کہنے چاہئیں" اللهم اشف عبدك ينكأتك عدواً اويمشی لك الی جنازة" اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے تاکہ وہ تیرے دشمن کو ایذا پہنچائے (یعنی دشمنان دین سے جنگ وجدال کر کے انہیں زخمی اور قتل کرے) یا تیری خوشی ورضا کے لیے جنازہ کی طرف چلے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیادت کے وقت مختلف دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

مریض کے پاس شوروغیرہ کی ممانعت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مریض کے پاس کم بیٹھنا اور شور وشغب نہ کرنا سنت ہے۔

عیادت میں وقفہ:

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد مریض کی عیادت کرتے تھے، امام غزالیؒ وغیرہ حضرات کا مذہب اس روایت کی بنا پر یہی ہے کہ عیادت تین دن کے بعد کرنی چاہئے مگر جمہور علماء کے نزدیک "عودوا المريض الخ" کے مطلق حکم کی بنا پر عیادت کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں، حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں پہلے دن کی عیادت کو سنت فرمایا گیا، اس کے بعد نفل ہے۔

غیرمسلم کی عیادت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے آپ نے اس کی عیادت کی اور اس کے سر کے قریب تشریف فرما ہوئے اور اس سے فرمایا تم مسلمان ہوجاؤ! لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے قریب

ہی بیٹھا ہوا تھا، اس کے باپ نے کہا کہ ابوالقاسم (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانو، چنانچہ وہ بچہ مشرف باسلام ہوگیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ حمد وثنا اس خدا کی جس نے اس لڑکے کو (اسلام کے ذریعہ) آگ سے نجات دی۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کی عیادت ثابت ہے، حضرت اسامہ بن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی (سید المنافقین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا) کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے یہ اس بیماری کا واقعہ ہے جس وقت اس کا انتقال ہوا ہے۔ (ابوداؤد)

بیمار کی خیر خواہی:

بیمار کی خیر خواہی میں یہ بھی ہے کہ اس کی دنیوی راحت کے ساتھ اخروی راحت رسانی کا خیال رکھا جائے، ہمارے یہاں بیمار کی راحت رسانی میں اس قدر غلو ہوتا ہے کہ عیادت و دیکھ بھال کرنے والے نماز تک کے فوت ہونے کو گوارا کر لیتے ہیں کہ بھائی بیمار کو تکلیف ہوگی، بیداری کے بعد نیند نہیں آئے گی وغیرہ وغیرہ، مگر وہ اخروی تکلیف جو نماز کے فوت ہونے پر ہوگی اس کا خیال بھی نہیں ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیے، حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ مجھے پیٹ کے درد کی شکایت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ! کیا تمہیں درد شکم ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا "قم فصل فان فی الصلوۃ شفاءً" اٹھو نماز پڑھو کیونکہ نماز میں شفا ہے۔

بیمار کی خیر خواہی میں یہ بھی ہے کہ بیمار کے پاس مناسب وقت پر جایا جائے، اللہ تعالی ہم سب مسلمانوں کو آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق فرمائے۔

ہریانہ کے گورنر کا خط

یہ خط ہریانہ کے گورنر جناب ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن صاحب قدوائی کی طرف سے بطور شکریہ کے آیا ہے، دراصل ڈاکٹر صاحب کی بہن محترمہ حبیبہ قدوائی کے انتقال پر ملال پر مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے رئیس مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے ایک تعزیتی خط گورنر صاحب کے نام تحریر کیا تھا، جس پر گورنر صاحب کے شکریہ کا جواب آیا، اس کو یہاں پر اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

Dear Mohd Masood Azizi Nadvi

Thank you very much for your condolence message on the demise of my sister Habiba kidwai, who devoted all her life to the social educational and community services of the downtrodden people and creating consciousness among them specially the women to stand on their own feet. This was a great achievement and reward for her noble services. With kind regards.

(A.R.kidwai)

Governer Haryana

پیارے محمد مسعود عزیزی ندوی!

آپ نے میری بہن حبیبہ قدوائی کے انتقال پر جو تعزیتی پیغام دیا، اس کے لیے آپ کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں، جس نے اپنی تمام زندگی معاشرے کے مظلوم لوگوں کی تعلیمی، سماجی اور اتحادی کاموں کے لیے وقف کردی اور ان کے بیچ شعور پیدا کیا، خاص کر عورتوں کو ان کے اپنے پیروں پر کھڑا کیا، یہ ان کی عظیم الشان خدمتوں کے لیے ایک بڑی کامیابی اور اس کا صلہ اور خراج عقیدت تھا۔

آپ کا مخلص

اخلاق الرحمٰن قدوائی، گورنر ہریانہ

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: فریضہ زکوۃ کی آسان تفہیم وتشریح
مصنف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن حسن حبنکہ میدانی
مترجم: محمد عرفان بن مولانا رمضان ندوی
صفحات: ۵۶/ قیمت: ۲۰/روپئے
ناشر: معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل کرناٹک

زیر تبصرہ کتاب ''فریضہ زکوۃ'' شام کے مشہور عالم دین شیخ عبدالرحمٰن حسن حبنکہ میدانی دمشقیؒ کی تالیف کردہ کتاب کا اردو ترجمہ ہے، مؤلف مذکور نے موجودہ زمانے کے تقاضے کے مطابق بہت سے جدید مسائل کا احاطہ کرنے کے ساتھ اس میں زکوۃ کے احکام کو قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت مختصر اور جامع انداز میں ترتیب دیا ہے، جو زکوۃ کے موضوع پر آنے والی کئی مفصل کتابوں کے خلاصہ کی حیثیت رکھتا ہے، عام مسلمانوں کو زکوۃ کے مسائل سے واقف ہونے کے لیے یہ بہترین شاہکار کتاب ہے، مگر چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں تھی، اس لیے کتاب کے مفید اور اہم ہونے کی وجہ سے دبئی کی مسجد ''الفتح'' کے امام وخطیب جناب مولانا محمد عرفان بن مولانا رمضان ندوی نے اردو ترجمہ کرکے عامۃ الناس کے لیے ایک کارنامہ انجام دیا ہے، کتاب کی تقریظ میں خواجہ معین الدین اکرمی بھٹکلی تحریر کرتے ہیں کہ ''مؤلف علیہ الرحمہ نے بعض جگہوں پر اپنی انفرادی رائے بھی قائم کی ہے، جو عام فقہاء کی رائے سے مختلف بھی ہے، الغرض کتاب کا یہ اردو ترجمہ بہت مفید ہے، چونکہ زکوۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے اور نماز کے ساتھ قرآن وحدیث میں اس کو جگہ جگہ بجالانے کی تاکید کا حکم موجود ہے، ویسے زکوۃ کے لغوی معنی نمو، طہارت وبرکت کے آتے ہیں، قرآن کریم میں یہ لفظ ان معانی میں استعمال ہوا ہے، علامہ یوسف قرضاوی زکوۃ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''شریعت میں زکوۃ کا اطلاق مالک کے اس مقررہ حصہ پر ہوتا ہے جسے اللہ نے مستحق کے لیے فرض کیا ہے، نیز اس کا اطلاق اس حصہ کے نکالنے کے فعل پر بھی ہوتا ہے، مال کے اس حصہ کو زکوۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس مال سے زکوۃ نکالی جاتی ہے وہ اس کے لیے معنوی طور پر افزائش کا سبب بن جاتی ہے اور اسے آفات سے بچاتی ہے'' علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ''صدقہ دینے والے کے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کا مال معنوی طور پر پاک ہوجاتا ہے اور بڑھتا ہے، یہ پاکیزگی اور نمو مال ہی کو نہیں، زکوۃ دینے والے شخص کو بھی حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا'' یعنی ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لو کہ اس کے ذریعہ تم ان کو رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ کرتے ہو، مصنف محترم نے اس کتاب کو چودہ ابواب میں تقسیم کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

پہلا باب: فریضہ حج کی آسان تفہیم وتشریح
دوسرا باب: زکوۃ کی معنوی وشرعی تشریح
تیسرا باب: زکوۃ کے مستحقین
چوتھا باب: سونے، چاندی اور دیگر کرنسیوں کی زکوۃ
پانچواں باب: اموال تجارت وصناعت کی زکوۃ
چھٹا باب: سونے چاندی کی مصنوعات کی زکوۃ
ساتواں باب: قرضوں کی زکوۃ
آٹھواں باب: پھل اور کھیتی کی زکوۃ
نواں باب: حیوانات کی زکوۃ
دسواں باب: کمپنیوں کے حصص یعنی شیئرز کی زکوۃ
گیارہواں باب: آلات حرفت اور سامان صنعت کی زکوۃ
بارہواں باب: رکاز یعنی زمین سے ملے ہوئے خزانے کی زکوۃ
تیرہواں باب: معدن یعنی زمین سے نکالے جانے والے ثروات کی زکوۃ
چودھواں باب: زکوۃ الفطر (صدقہ فطر)

ان مشمولات سے کتاب کی افادیت کو سمجھا جاسکتا ہے، غرضیکہ موضوع کے اہم ہونے اور مواد کے مدلل اور مفصل ہونے کی وجہ سے معہد امام حسن البناء شہید کے بانی ومؤسس وناظم مولانا ناصر اکرمی نے اس کتاب کو اپنے ادارے سے شائع کرکے فرض کفایہ کا کام کیا، اللہ تعالی مؤلف مترجم اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے، کتابت وطباعت عمدہ، معیاری اور سرورق خوبصورت ہے، اس لیے قارئین سے امید کیجاتی ہے کہ اس کتاب کو حاصل کرکے فائدہ اٹھائیں گے۔

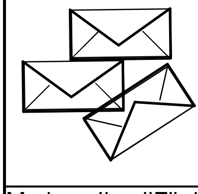

مراسلات

Markazulhyail Fikrillslami,Muzaffarabad,Saharanpur(u.p)

محترم جناب مفتی مسعود عزیزی صاحب

سلام مسنون!

''نقوش اسلام'' کے دسمبر ۲۰۰۸ء کے شمارے میں جناب مولانا محمد الیاس ندوی کا معلوماتی مضمون بڑی دلچسپی سے پڑھا، لیکن اس میں بعض تسامحات نظر آئے جن کی تصحیح ضروری ہے۔

پہلی عالمی جنگ کے زمانے میں آئرلینڈ میں جس قسم کی حکومت تھی- وہ اس کی آزادی سے پہلے قائم تھی- کے طرز پر ہندوستان میں حکومت قائم کی جائے، اس کے حصول کے لیے مسز اینی لنبٹ جو کانگریس کی صدر رہ چکی تھیں اور بال گنگا دھر تلک نے نہ کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے ہوم رول لیگ قائم کی تھی۔

تحریک عدم تعاون اور تحریک ترک موالات دو الگ تحریکیں نہ تھیں بلکہ ایک ہی تحریک کے دو نام تھے۔

مولانا محمد علی جوہر پہلی گول میز کانفرنس جو لندن میں نومبر ۳۰ء میں منعقد ہوئی تھی شریک ہوئے، گاندھی جی دوسری گول میز کانفرنس منعقد ۳۱ء میں شریک ہوئے تھے۔

انقلاب زندہ باد کا انقلابی نعرہ مولانا حسرت علی موہانی نے نہیں دیا تھا۔

مسلم لیگ کا قیام ملک کو آزادی دلانے کے لیے نہیں بلکہ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے حصول اور تحفظ کے لیے قائم کی گئی تھی۔

ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی

سابق ممبر راجیہ سبھا، نئی دہلی

جناب چیف ایڈیٹر صاحب!

ماہنامہ نقوش اسلام مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ بعافیت ہوں گے، ابھی چند دن قبل رفیق محترم مولانا عبدالحفیظ صاحب قاسمی بستوی سے ملاقات کے لیے احمد آباد حاضر ہوا تھا، ملاقات تو خیر تفصیلی رہی چونکہ رفیق محترم اپنے علمی مشغلہ کے ساتھ مدارس کے دینی رسائل کے مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں، اس لیے ان کے پاس بہت سے ماہنامے موجود تھے جن میں آپ کا ماہنامہ ''نقوش اسلام'' بھی تھا، جو نظر نواز ہوا، دیدہ زیب، ستھرا ٹائیٹل، سرورق پر مجوزہ خوبصورت عمارت کا خوبصورت عکس دیکھ کر اندر کے مضامین دیکھنے کا داعیہ پیدا ہوا، الحمدللہ پڑھا اور بغور پڑھا، ماشاء اللہ بہت خوب مرتب اور پرمغز تھے، جس سے آپ حضرات کے علمی ادبی ذوق کا اندازہ ہوا۔

الحمدللہ دل بہت خوش ہوا، پھر یہ سن کر کہ ماہنامہ کے ابھی صرف تین سال ہی ہوئے جس سے کافی متأثر ہوا، یقیناً آپ حضرات کی اس طرح کی دینی، ادبی خدمت مخلصانہ جدوجہد ہم جیسے کاہلوں کے لیے سرمایہ عبرت ہے، دلی دعا ہے کہ اللہ آپ حضرات کو بعافیت تمام رکھے، جملہ شرور وفتن بالخصوص نظر بد سے محفوظ رکھے، نیز مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری کے تدین اور علمی ذوق سے غائبانہ متعارف ہوں وہ بھی الحمدللہ اسی ماہنامہ سے مربوط ہیں، اللہ ان کو سلامت رکھے، ماہنامہ کے متعلق کچھ لکھنے کا خیال تھا، مگر پھر کبھی انشاء اللہ۔

آپ کا مخلص

زبیر احمد قاسمی

آئی، آئی، ٹی، مارکیٹ پوئی، ممبئ

ناظم عمومی الفلاح ویلفیئر سوسائٹی گردھر پور، سنت کبیر نگر (یوپی)

مکرمی محترمی جناب مفتی مسعود صاحب عزیزی ندوی

مدیر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد سہارنپور

خیریت دارم وخیریت خواہم

الحمدللہ ہر ماہ آپ کا رسالہ پابندی سے مل رہا ہے، یہاں کا ہر طالب علم آپ کو مبارک پیش کرتا ہے، یقیناً آپ کا رسالہ ''نقوش اسلام'' دینی، سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی معلومات کے بیش بہا ذخیرے کے ساتھ ہر ماہ طلوع ہوتا رہتا ہے، امید کرتا ہوں کہ آپ کی اس خدمتوں کا سایہ ہمارے سروں پر تاحیات باقی رہے، اللہ آپ اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے اور رسالہ کو ترقی دے۔ آمین

محمد خالد اررياوی

انجمن اتحاد المسلمین فلاح المسلمین رائے بریلی

E:\Markaz Faile\Tif iles\A012.TI not found.

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

غزہ کی امداد کے لیے سعودی عرب میں ۶۰ رملین ڈالر کی رقم اکٹھا

ریاض ۳۰ رجنوری - سعودی عرب میں غزہ کی تعمیر نو کے لیے شروع کئے جانے والی مہم میں ۶۰ رملین ڈالر کی امدادی رقم اکٹھا ہو چکی ہے، سعودی عرب میں مہم کا آغاز رواں ماہ ہوا تھا، سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ نے ۱۰۷؍لاکھ ڈالر کا چندہ دیا ہے، اس رقم سے سعودی حکومت امدادی سامان خرید کر غزہ روانہ کر رہی ہے، سعودی عرب کے علاوہ دیگر عرب ممالک نے بھی امدادی رقم اکٹھا کرنے کی مہم جاری ہے۔

مرکز میں اوپن اسلامک کورس کے امتحانات

۲۲ رجنوری ۲۰۰۹ء کو مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی بھٹکل کرناٹک کے تحت اوپن اسلامک کورس کے مقابلہ میں شرکت ہونے والے طلبہ وطالبات کا امتحان مرکز کے ادارہ ''جامعہ فاطمۃ الزہراءللبنات'' میں ہوئے، امتحان کے لیے کیرانہ ضلع مظفرنگر سے مولانا محمد عابدندوی اور محمد ساجد ندوی ذمہ داران مرکز الامام رحمت اللہ الکیرانوی تشریف لائے، اور امتحان بحسن خوبی انجام کو پہنچا، جلد ہی انشاءاللہ ان کے نتائج سامنے آئیں گے اور اول، دوم، سوم پوزیشن والوں کو پیور گولڈ، گولڈ میڈل اور سلور میڈل جیسے انعامات سے نوازا جائے گا۔

ایوارڈ سے سرفراز

۱۵ رجنوری ۲۰۰۸ء کو جامعہ ملیہ میں آل انڈیا تنظیم علماء حق کی جانب سے منعقدہ قومی یکجہتی اور سہ ماہی حسن تدبیر کی مولانا سید انظر شاہ کشمیری مسعودیؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل خصوصی نمبر کے اجراء کے موقع پر تنظیم کی جانب سے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دینے والے مقتدر حضرات کی خدمت میں ایوارڈ اور توصیفی سند پیش کی گئی، مولانا نسیم اختر شاہ قیصر کو ان کی قلمی تحریری وتصنیفی خدمات کے لیے مولانا مناظر احسن گیلانی ایوارڈ پیش کیا گیا، جب کہ اس سے قبل مولانا موصوف کو یوپی اردو اکیڈمی کی جانب سے ان کی کتاب ''میرے عہد کے لوگ'' پر ایوارڈ مل چکا ہے۔

اسلام مخالف بیان ڈچ رکن اسمبلی پر مقدمہ

ہائی لینڈ کی ایک عدالت نے دائیں بازو کے سیاست داں پر اسلام مخالف بیانات دینے کے الزام میں مقدمہ چلانے کا حکم دیا ہے، فریڈم پارٹی کے رہنما گیرت وائلڈرز نے گزشتہ سال فتنہ نامی ایک فلم بنائی تھی، جس میں اسلام کو پرتشدد مذہب قرار دیا گیا تھا اور قرآن کا مقابلہ اڈولف ہٹلر کی خودنوشت سوانح عمری کامپف (میری جدوجہد) سے کیا گیا تھا، ایمسٹرڈیم کی ایک عدالت کے مطابق جمہوری نظام میں شرانگیز بیانات کو اتنی سنجیدگی سے لیا جاتا ہے کہ عوامی مفاد اسی میں سمجھا جاتا ہے کہ ایک غیر مبہم حد وضع کر دی جائے، مسٹر گیرت وائلڈرز نے عدالتی فیصلے کو آزادی اظہار پر ایک حملہ قرار دیا ہے، ایک بیان میں انہوں نے کہا ہے کہ عوامی بحث ومباحثہ میں حصہ لینا ایک خطرناک کام ہوتا جا رہا ہے، اگر آپ اپنی رائے کا اظہار کریں تو اپنے خلاف مقدمے کا خطرہ مول لیتے ہیں، انہوں نے خبردار کیا کہ یہ مقدمہ صرف میرے خلاف نہیں ہوگا؛ بلکہ ملک کی اسلامائزیشن کی مخالفت کرنے والے ہائی لینڈ کے تمام شہری اس مقدمے میں ملزم ہوں گے اگر مجھے خاموش کر دیا گیا تو ہمارے کلچر کے لیے کون کھڑا ہوگا۔

ماہنامہ نقوش اسلام

ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے

میں اس کی تیسری سال گرہ پر

تمام کارکنان حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں

محمد طاہر قاسمی

مہتمم مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ پٹلوکر

ضلع سہارنپور (یوپی)